قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 27۔اپریل 2020ء | 3رمضان 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 101

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَہِلَّۃِ ؕ قُلۡ ہِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَ الۡحَجِّ ؕ وَ لَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُہُوۡرِہَا وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَ اۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِہَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۹۰﴾

(البقرہ:190)

ترجمہ:وہ تجھ سے پہلی تین رات کے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تُو کہہ دے کہ یہ لوگوں کے لئے اوقات کی تعیین کا ذریعہ ہیں اور حج (کی تعیین) کا بھی۔ اور نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے داخل ہوا کرو بلکہ نیکی اسی کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔ اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24۔اپریل 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

روزہ کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں تقویٰ کی وضاحت اور اس کے حصول کے طریق

اصل ایمان اور تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے عہد ، اس کی امانتوں کے حق اور اسی طرح مخلوق کے عہد بھی باریکی سے ادا کرو اور اس کی امانتوں کی بھی ایک فکر کے ساتھ ادائیگی کرو

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کا فضل چاہتے ہوئے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے اور آگ کے درمیان ستر خریف کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے

اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوع انسان کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفا داری دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دینے کو تیار ہو

سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 24۔اپریل 2020ء کو مسجد مبارک ، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست نشر کیا گیا ۔ حضور انور نےسورۃ البقرہ کی آیات 184 تا186 کی تلاوت کی اور ترجمہ کے بعدفرمایا:اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل سے یہاں رمضان شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے ہماری روحانی ترقی کے لئے رکھے ہیں۔ قرآن کریم کی جو پہلی آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں یہی فرمایا کہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر اُس کی شکرگزاری کی جائے۔ اصل ایمان اور تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے عہد پورے کرو اور اسی طرح اس کی امانتوں کے حق بھی ادا کرو اور باریکی میں جا کر ادا کرو۔ اسی طرح مخلوق کے عہد بھی باریکی سے ادا کرو اور اس کی امانتوں کی بھی ایک فکر کے ساتھ ادائیگی کرو تب کہا جا سکتا ہے کہ تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رمضان کا مہینہ اس لئے آیا ہے، روزے رکھنے کی طرف اس لئے تمہاری توجہ دلائی گئی ہے کہ سال کے گیارہ مہینے میں جو کوتاہیاں کمیاں ان حقوق کے ادا کرنے میں ہو گئی ہیں اُنہیں اس مہینے میں خالصتاً اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خاطر جائز چیزوں کو بھی چھوڑتے ہوئے ، بھوک پیاس برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پہلے سے بڑھ کر توجہ دیتے ہوئے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ دیتے ہوئے پورا کرو ان کمیوں کو اور جب یہ کرو گے تو اس کا نام تقویٰ ہے اور یہی رمضان کا اور روزوں کا مقصد ہے ۔ پھر یہ تبدیلی عارضی نہیں ہو گی بلکہ ایک مستقل تبدیلی ہو گی۔ پھر حقوق اللہ اور عبادتوں کے حق ادا کرنے کی طرف بھی مستقل توجہ رہے گی۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کا فضل چاہتے ہوئے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے اور آگ کے درمیان ستر خریف کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی جو ستر سالوں کے برابر ہے تو یہ ہیں روزے کی برکات ، یہ ہے وہ تقویٰ جو روزہ پیدا کرتا ہے۔ روزہ صرف تیس دن کے لئے تقویٰ پیدا نہیں کرتا بلکہ حقیقی روزہ ستر سال تک اپنا اثر رکھتا ہے اور اس حساب سے اگر ہم دیکھیں تو روزے کی فرضیت ہونے کے بعد ایک انسان پہ ایک بالغ مسلمان پہ جب روزہ فرض ہوتا ہے اس کے بعد جو روزے سے حقیقی فیض اُٹھانے والا ہے اور اُس کی روح کو سمجھ کر روزے رکھنے والا ہے وہ تمام عمر کے لئے ہی ان برکات سے فیض پاتا رہے گا جو روزے میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اورتقویٰ کی راہوں کو تلاش کرتا رہے گا جو روزے کا مقصد ہے ۔ اگر ہم تصور کریں کہ ایسے روزے دار ہمارے معاشرے میں پیدا ہو جائیں تو وہ کس قدر خوبصورت معاشرہ ہو گا جہاں اللہ تعالیٰ کے حق بھی ادا کئے جا رہے ہوں گیا ور بندوں کے حق بھی ادا کئے جا رہے ہوں گے

باقی صفحہ نمبر7 پر

اس شمارہ میں

- خلاصہ خطبہ جمعہ 24۔اپریل 2020ء
- اداریہ۔ پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ رب ذوالمنن
- متن خطبہ جمعہ 3۔اپریل 2020ء
- لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ ﷺ یہی ہے
- نئے دَور کی نئی ایجادات کا مثبت استعمال
- علم دوستی اور علم پروری کے ایمان افروز واقعات
- قیام رمضان کے تقاضے اور برکات
- یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ میں احمدی طلباء کی سرگرمیاں

اداریہ

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِ ذوالمنن

کہتے ہیں کہ آنسو محبت کے سفیر ہوتے ہیں اور یہ بھی سنا ہے کہ آنسو قبولیت کی سند ہیں۔ ایک بچہ اس دنیا میں آتے ہی روتا، بلبلاتا اور آنسو بہاتا ہے تواس کی ماں کے پستانوں میں دودھ اُتر ہی آتا ہے. ایک عورت اپنے خاوند کے سامنے آنسو بہا کر اپنی مراد پا لیتی ہے۔ ایک بچہ اپنے باپ کے سامنے روتے ہوئے اپنا مدعا بیان کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ ایک ماتحت کی اپنے افسر کے سامنے چند آنسو بہاکر اس کی مراد بھر آتی ہے۔ حتی کہ ایک مرید اپنے آقا کے سامنے رو کر اس کے دربار میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایک بندہ، خوف خدا سے چند آنسو اپنے خالق حقیقی کے سامنے بہا کر اپنی بات منوا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور آنحضور ﷺ نے متعدد بار محبت اور خوف خدا کے لئے بہائے گئے آنسوؤں کا ذکر کر کے انعامات کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ آیت 84 میں صحابہ رسولؐ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قرآن کریم کو سُن کر ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں کہ انہوں نے حق کو پالیا اور دعا کرتے ہیں رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ایک اور موقع پر سورۃ التوبہ آیت 90تا92 میں صحابہ رضوان اللہ علیھم میں سے مالی لحاظ سے کمزوروں کا ذکر فرمایا کہ جب جہاد کے وقت ان کے پاس سواریاں نہ تھیں تو وہ آنسو بہاتی آنکھوں کے ساتھ واپس لوٹے کہ وہ راہِ مولیٰ میں خرچ کرنے کے لئے مال نہیں رکھتے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں متفکر ہو کر غم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے آنسو بہانے کا ذکر بھی ملتا ہے ۔ (یوسف : 85)

احادیث میں بھی خوف خدا کے لئے آنسوؤں بہانے میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعامات کا ذکر ملتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا: جہنم کی آگ ان دوآنکھوں پر حرام ہے ۔ اول وہ آنکھ جو خوف خدا میں آنسو بہاتی ہے اور دوم وہ آنکھ جو راتوں کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیتی ہے ۔ (المستدرک کتاب الجہاد)

پھر فرمایا: جہنم میں آدمی داخل نہیں ہوگا جو خوف خدا سے روئے یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے۔ یعنی جس طرح دودھ کا تھن میں واپس جانا ناممکن ہے اسی طرح خوف خدا سے رونے والے کا دوزخ میں داخل ہونا بھی مشکل ہے۔

پھر فرمایا جس بندے کی آنکھیں خوف خدا کے آنسو سے بھر جائیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتا ہے پھراگر وہ اس کے رخسارپر بھی بہہ پڑے تو اس کے چہرہ کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ذلت اور اگر کوئی بندہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں رو پڑے تو اللہ عزوجل اس بندے کے رونے کی خاطر اس جماعت کو جہنم سے نجات عطا فرمائے گا ۔ ہر عمل کا وزن اور ثواب ہے لیکن آنسوؤں کے ثواب کی کوئی حد و حساب نہیں یہ تو جہنم کے دریاؤں کو بجھا کر رکھ دیتا ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:میں نے امت کے ایک مرد کو جہنم کےکنارے پر دیکھا جس کے پاس خوف خدا آیا اور اس کوجہنم سے بچا لے گیا۔ اسی طرح اپنی امت کے دوسرے مرد کو دیکھا جو جہنم میں گرنے لگا تھا تو اس کے پاس وہ آنسو آئے جو خوف خدا سے بہے تھے ۔ انہوں نے بھی اسے آگ سے نکال لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

عاجزی اپنا شعار بنا لو اور رونے کی عادت ڈالو کیونکہ رونا اسے بہت پسندہے۔ اگر 40 دن تک رونا نہ آئے تو سمجھو کہ دل سخت ہو گیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ راتوں کو رو رو کر دعائیں کریں۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ132)

پھر فرمایا۔اپنی مادری زبان میں بھی دعائیں کیا کرو تا اس سے سوز گداز کی تحریک ہو۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ589)

لوگ دنیا میں اپنی معاشرتی و اخلاقی حالت کو درست کرنے اور رکھنے کے مختلف پیشے اپناتے ہیں مگر کیا ہی خوب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پیشے کا ذکر یوں فرمایا ۔

پیشہ ہے رونا ہمارا پیش رب ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہرسے لائیں گے بار

ماہِ رمضان کی برکتیں

ہے برکت اس مہینے میں
یہ لکھا ہے قرینوں میں
اے بندۂ مومن کر
عبادت اس مہینے میں

سراسر فضل برسا تھا
خدا کا اس مہینے میں
ہوا نازل محمد ﷺ پر
قرآن بھی اس مہینے میں

اٹھو راتوں کو جاگو تم
خدا سے مانگ لو سب کچھ
خدا کا قرب جو چاہو
تو پا لو اس مہینے میں

خدا کے در پہ جھک جاؤ
کہو اپنی مرادیں سب
کہ اپنی ساری بگڑی تم
بنا لو اس مہینے میں

فضیلت کا مہینہ ہے
دعاؤں کا خزینہ ہے
کہ مومن بنتا ہے بندہ سے انساں
اس مہینے میں

ہے دنیا اک پرایا دھن
بالآخر سب کو جانا ہے
خدا کے گھر کو پا لو تم
دعا سے اس مہینے میں

خودی کو چھوڑ دو پیارو
خدا سے مانگ لو سب کچھ
یہی ہے کامیابی کا گُر
جو پا لو اس مہینے میں

اے بندہِ مومن کر،
عبادت اس مہینے میں

سدرۃ المنتہیٰ۔کینیڈا

ان دنوں ہم رمضان المبارک کے مبارک دنوں سے گزر رہے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کے حضور رونے،گریہ و زاری کرنے، آہ وبکا کرنے اور تضرع کرنے سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ان دنوں میں رو رو کر اپنے اللہ کو منانے کی کوشش کریں سال بھر کی اپنی غلطیاں معاف کروانے کی لگن ہو۔ اپنے حقیقی مالک کو ملنے کے لئے ہاتھ لگانے کے دن ہیں۔ جس کے لئے اپنی آنکھوں کو آنسوؤں سے تر رکھنا بہت ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جن کو رونا نہیں آتا ایک شاعر نے کہا ہے۔

سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ
بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

اورایسے ہی لوگ جو دینی وروحانی کاموں میں تاخیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نصیحتاً فرمایا ہے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا (التوبہ:82)حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو 40دن تک رونا نہیں آتا اس کا دل سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ رمضان کے 30 بابرکت دن آپ کی جھولی میں ڈال کر آپ کی نگرانی کرنے اور آپ کی آہ وبکا سننے کے لئے آسمان سے زمین پر آ گیا ہے۔ اس لئے جس حد تک اس عظیم ہستی کو منانے کے لئے زور لگایا جا سکتا ہے لگائیں ۔ اللہ نے آنسوؤں کو بہانے کے لئے آنکھوں کوتیار کر دیا ہے اور اس پانی کے صدقے ریان دروازہ بھی کھول دیا ہے پس اس میں داخلے کے لئے کمر ہمت باندھ لیں۔

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے

****

خطبہ جمعہ

سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 3۔اپریل 2020ء اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

جنگ احد کے موقع پر جس شخص نے رسول کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو کھڑا کیا وہ طلحہؓ تھا

جنگ جمل کی وجوہات، حالات و واقعات اور اس کے بارے میں اٹھنے والے بعض سوالات کے تسلی بخش جوابات

جنگ جمل میں صحابہؓ کا ہرگز کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ شرارت بھی قاتلانِ عثمانؓ کی ہی تھی

انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے ابتدائی ایام میں جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہی بڑے سمجھے جاتے ہیں

طلحہ جن کو بعض حقارت کے ساتھ ٹُنڈا کہتے تھے ان کا ٹنڈا ہونا ایسی نعمت ہے کہ ہر شخص اس برکت کے لیے ترس رہا ہے

کورونا وائرس کی وجہ سے پیدا ہونے والے موجودہ ہنگامی حالات میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ و السلام کے ایک اقتباس کے حوالے سے گھروں کو صاف رکھنے نیز حکومت کی طرف سے دی جانے والی ہدایات کی پابندی کرنے کی تلقین

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج کل کے حالات کے مطابق اور جو قانون یہاں کی حکومت نے بنایا ہے اس کے مطابق باقاعدہ لوگوں کو سامنے بٹھا کے کہ مقتدی سامنے بیٹھے ہوں، سننے والے سامنے بیٹھے ہوں خطبہ نہیں دیا جا سکتا اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی جتنی، جس حد تک اجازت ہے اس کے مطابق آج یہاں انتظام کیا گیا ہے کہ مسجد سے ہی میں خطبہ دوں کیونکہ دنیا میں بہرحال اس وقت خطبہ سننے والے ہزاروں لاکھوں ہیں چاہے مسجد میں میرے سامنے اس وقت کوئی ہو یا نہ ہو۔ وحدت قائم رکھنے کی یہ کوشش ہمیں ہمیشہ کرنی چاہیے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حالات بھی بہتر کرے۔ اس وبا کو بھی دور کرے اور پھر دوبارہ اُسی طرح مسجد کی رونقیں واپس بھی آ جائیں۔

اب میں خطبے کا جو موضوع ہے اس کو شروع کرتا ہوں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کا ذکر دو جمعے پہلے کے خطبے میں بیان ہوا تھا یا ہو رہا تھا۔ ان کی شہادت جو جنگ جمل میں ہوئی تھی اس کے حوالے سے میں نے کہا تھا کہ آئندہ بیان کروں گا۔ سو آج اس بارے میں بتاؤں گا۔ اس میں جنگ جمل کے بارے میں اٹھنے والے بعض سوالات ہیں ان کے بھی کچھ حد تک جواب مل جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس حوالے سے صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ تفصیل لکھی گئی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب تھا تو لوگوں نے کہا امیر المومنین وصیت کر دیں۔ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔

انہوں نے فرمایا میں اس خلافت کا حق دار ان چند لوگوں سے بڑھ کر اَور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ ان سے راضی تھے اور انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ نے پھر حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا اور کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ تمہارے ساتھ شریک رہے گا لیکن اس خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ گویا یہ بات عبداللہ کو تسلی دینے کے لیے کہی ہے۔ اگر خلافت سعد کو مل گئی تو پھر وہی خلیفہ ہو۔ ورنہ جو بھی تم میں سے امیر بنایا جائے وہ سعد سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے اس کو اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ کوئی خیانت کی تھی۔ نیز فرمایا میں اُس خلیفہ کو جو میرے بعد ہو گا پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق ان کے لیے ادا کریں اور ان کی عزت کا خیال رکھیں۔ اور میں انصار کے متعلق بھی عمدہ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے اپنے گھروں میں ایمان کو جگہ دی۔ جو ان میں سے کام کرنے والا ہو اسے قبول کیا جائے۔ اور میں سارے شہر کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی اس کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال کے محصل ہیں اور دشمن کے کُڑھنے کا موجب ہیں۔ اور یہ کہ ان کی رضا مندی سے ان سے وہی لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے بچ جائے۔ اور میں اس کو بدوی عربوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عربوں کی جڑ ہیں اور اسلام کا مادہ ہیں اور یہ کہ ان کے ایسے مالوں سے لیا جائے جو ان کے کام کے نہ ہوں۔ اور پھر انہی کے محتاجوں کو دے دیا جائے۔ اور میں اس کو اللہ کے ذمے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کرتا ہوں۔ جن لوگوں سے عہد لیا گیا ہو ان کا عہد ان کے لیے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے ان سے مدافعت کی جائے اور ان سے بھی اتنا ہی لیا جائے جتنا ان کی طاقت ہو۔

جب آپؓ فوت ہو گئے تو ہم ان کو لے کر نکلے اور پیدل چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کو السلام علیکم کہا اور کہا عمر بن خطابؓ اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو اندر لے آؤ۔ چنانچہ ان کو اندر لے گئے اور وہاں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھ دیئے گئے۔ جب ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو وہ آدمی جمع ہوئے جن کا نام حضرت عمرؓ نے لیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اپنا معاملہ اپنے میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دو۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا آپ دونوں میں سے جو بھی اس امر سے دستبردار ہو گا ہم اسی کے حوالے اس معاملے کو کر دیں گے اور اللہ اور اسلام اس کا نگران ہوں۔ اور وہ ان میں سے اسی کو تجویز کرے گا جو اس کے نزدیک افضل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے۔ اس بات نے دونوں بزرگوں کو خاموش کر دیا یعنی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کیا آپ اس معاملے کو میرے سپرد کرتے ہیں

اور اللہ میرا نگران ہے کہ جو آپ میں سے افضل ہے اس کو تجویز کرنے کے متعلق کوئی بھی کمی نہیں کروں گا۔ ان دونوں نے کہا اچھا۔ پھر عبدالرحمٰنؓ ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کے الگ لے گئے اور کہنے لگے آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کا تعلق ہے اور اسلام میں بھی وہ مقام ہے جو آپ بھی جانتے ہیں۔ اللہ آپ کا نگران ہے۔ بتائیں اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو کیا آپ ضرور انصاف کریں گے؟ اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ اس کی بات سنیں گے اور ان کا حکم مانیں گے؟ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ دوسرے کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی ویسے ہی کہا۔ جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو کہنے لگے عثمان آپ اپنا ہاتھ اٹھائیں اور انہوں نے ان سے بیعت کی اور حضرت علیؓ نے بھی ان سے بیعت کی اور گھر والے اندر آ گئے اور انہوں نے بھی ان سے بیعت کی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قصة البیعة حدیث 3700)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتخابِ خلافت حضرت عثمان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس واقعہ کا یوں ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور آپؓ نے محسوس کیا کہ اب آپؓ کا آخری وقت قریب ہے تو آپؓ نے چھ آدمیوں کے متعلق وصیت کی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں گے۔ وہ چھ آدمی یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی آپؓ نے اس مشورے میں شامل کرنے کے لیے مقرر فرمایا مگر خلافت کا حقدار قرار نہ دیا اور وصیت کی کہ یہ سب لوگ تین دن میں فیصلہ کریں اور تین دن کے لیے صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور مشورہ کی نگرانی مقداد بن اسودؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں اور خود تلوار لے کر دروازے پر پہرہ دیتے رہیں اور فرمایا کہ جس پر کثرتِ رائے سے اتفاق ہو سب لوگ اس کی بیعت کریں اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دو لیکن اگر دونوں طرف تین تین ہو جائیں تو عبداللہ بن عمرؓ ان میں سے جس کو تجویز کریں وہ خلیفہ ہو۔ اگر اس فیصلے پر وہ راضی نہ ہوں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں وہ خلیفہ ہو۔ آخر پانچوں اصحابؓ نے مشورہ کیا۔ کیونکہ طلحہؓ اس وقت مدینہ میں نہ تھے مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ بہت لمبی بحث کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا جو شخص اپنا نام واپس لینا چاہتا ہے وہ بولے۔ جب سب خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا پھر باقی دو نے۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔ آخر انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے عہد لیا کہ وہ فیصلہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فیصلے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ انہوں نے عہد کیا اور سب کام حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تین دن مدینے کے گھر گھر گئے اور مردوں اور عورتوں سے پوچھا کہ ان کی رائے کس شخص کی خلافت کے حق میں ہے؟ سب نے یہی کہا کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت منظور ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ خلیفہ ہو گئے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15صفحہ 488-489)

یہ تاریخوں کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت طلحہؓ حضرت عمرؓ کی وصیت کے وقت حاضر نہ تھے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اس وقت حاضر ہوئے جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اس وقت حاضر ہوئے جب مشاورت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق جسے زیادہ درست قرار دیا گیا ہے۔ وہ حضرت عثمانؓ کی بیعت کے بعد حاضر ہوئے تھے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 7 صفحہ 69 کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ حدیث 3700 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔ از المکتبة الشاملة)

بہرحال حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور پھر یہ نظام معمول پر آنے لگا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو تمام لوگ حضرت علیؓ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے جن میں صحابہؓ اور اس کے علاوہ تابعین بھی شامل تھے۔ وہ سب یہی کہہ رہے تھے کہ علیؓ امیر المومنین ہیں یہاں تک کہ وہ آپؓ کے گھر حاضر ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ پس آپؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے کیونکہ آپؓ اس کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں ہے بلکہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس کے بارے میں اصحابِ بدر راضی ہوں تو وہ خلیفہ ہو گا۔ پس وہ سب اصحابِ بدر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر انہوں نے عرض کی ہم کسی کو آپؓ سے زیادہ اس کا حق دار نہیں دیکھتے۔ پس اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ ہم آپؓ کی بیعت کریں۔ آپؓ نے فرمایا طلحہؓ اور زبیرؓ کہاں ہیں؟ سب سے پہلے آپؓ کی زبانی بیعت حضرت طلحہؓ نے کی اور دستی بیعت حضرت سعدؓ نے کی۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو مسجد گئے اور منبر پر چڑھے۔ سب سے پہلا شخص جو آپؓ کے پاس اوپر آیا اور انہوں نے بیعت کی وہ حضرت طلحہؓ تھے۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور باقی اصحابؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ لابن اثیر جلد ۴ صفحہ۱۰۷ ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ یہ ذکر آپ اپنی ایک تقریر میں کر رہے ہیں جہاں خواجہ کمال الدین صاحب کے بعض اعتراضوں کے جواب میں آپؓ نے یہ ذکر فرمایا اور یہ ذکر بیان کرنا انتہائی ضروری ہے اس لیے میں بیان کر رہا ہوں۔ آپؓ، حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ

''طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیعت نہ کرنے سے آپ حجت نہ پکڑیں۔'' یعنی خواجہ صاحب کو کہہ رہے ہیں۔ ''ان کو انکارِ خلافت نہ تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا سوال تھا۔ پھر میں آپ کو بتاؤں جس نے آپ سے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی وہ غلط کہتا ہے۔ حضرت عائشہؓ تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے مدینہ جا بیٹھیں اور طلحہؓ اور زبیرؓ نہیں فوت ہوئے جب تک بیعت نہ کر لی۔ چنانچہ چند حوالہ جات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔'' خصائص کبریٰ کی جلد ثانی کا حوالہ ہے۔ حاکم نے روایت کی ہے۔ عربی حصہ ہے وہ میں چھوڑتا ہوں۔ ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔

''...... حاکم نے روایت کی ہے کہ ثور بن مجزاء نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں واقعہ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے پاس سے گزرا۔ اس وقت ان کی نزع کی حالت قریب تھی۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کون سے گروہ میں سے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت امیر المومنین علیؓ کی جماعت میں سے ہوں تو کہنے لگے اچھا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔'' چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ''اور پھر جان بحق تسلیم کر گئے۔ میں نے آ کر حضرت علیؓ سے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپؓ سن کر کہنے لگے۔ اللہ اکبر! خدا کے رسولؐ کی بات کیا سچی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ طلحہ میری بیعت کے بغیر جنت میں نہ جائے۔

آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔'' ......حضرت عائشہؓ کے پاس ایک دفعہ واقعہ جمل مذکور ہوا تو کہنے لگیں کیا لوگ واقعہ جمل کا ذکر کرتے ہیں؟ کسی ایک نے کہا جی۔ اسی کا ذکر ہے۔ کہنے لگیں کہ کاش جس طرح اَور لوگ اس روز بیٹھے رہے میں بھی بیٹھی رہتی۔ اس بات کی تمنا مجھے اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس بچے جنتی جن میں سے ہر بچہ عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام جیسا ہوتا۔'' پھر اگلی بات جو ہے وہ یہ ہے ''......اور طلحہؓ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں جن کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا سچا ہونا یقینی ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ انہوں نے خروج سے رجوع اور توبہ کر لی۔''

(القول الفصل، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 318-319)

یہ حوالہ بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

''قاتلوں کے گروہ مختلف جہات میں پھیل گئے تھے اور اپنے آپ کو الزام سے بچانے کے لیے دوسروں پر الزام لگاتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے مسلمانوں سے بیعت لے لی ہے تو ان کو آپ پر الزام لگانے کا عمدہ موقعہ مل گیا اور یہ بات درست بھی تھی کہ آپؓ'' یعنی حضرت علیؓ ''کے ارد گرد حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے کچھ لوگ جمع بھی ہو گئے تھے۔ اس لیے ان'' مخالفین کو منافقین ''کو الزام لگانے کا عمدہ موقعہ حاصل تھا۔ چنانچہ ان میں سے جو جماعت مکہ کی طرف گئی تھی۔ اس نے حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جہاد کا اعلان کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہؓ کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت اس شرط پر کر لی تھی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے جلد سے جلد بدلہ لیں گے۔ انہوں نے'' یعنی ان دونوں نے ''جلدی کے جو معنی سمجھے تھے۔ وہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلافِ مصلحت تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پہلے تمام صوبوں کا انتظام ہو جائے۔ پھر قاتلوں کو سزا دینے کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ اوّل مقدم اسلام کی حفاظت ہے۔ قاتلوں کے معاملہ میں دیر ہونے سے کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح قاتلوں کی تعیین میں بھی اختلاف تھا۔ جو لوگ نہایت افسردہ شکلیں بنا کر سب سے پہلے حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے تھے اور اسلام میں تفرقہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے تھے ان کی نسبت حضرت علیؓ کو بالطبع شبہ نہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ فساد کے بانی ہیں۔ دوسرے لوگ ان پر شبہ کرتے تھے۔ اس اختلاف کی وجہ سے طلحہؓ اور زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد سے پھرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے ایک

شرط پر بیعت کی تھی اور وہ شرط ان کے خیال میں حضرت علیؓ نے پوری نہ کی تھی اس لیے وہ شرعاً اپنے آپ کو بیعت سے آزاد خیال کرتے تھے۔ جب حضرت عائشہؓ کا اعلان ان کو پہنچا تو وہ بھی ان کے ساتھ جا ملے۔'' یعنی حضرت عائشہؓ کے ساتھ ''اور سب مل کر بصرہ کی طرف چلے گئے۔ بصرہ میں گورنر نے لوگوں کو آپ کے ساتھ ملنے سے باز رکھا لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے صرف اکراہ سے اور ایک شرط سے مقید کر کے حضرت علیؓ کی بیعت کی ہے تو اکثر لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ کو اس لشکر کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچ کر آپ نے ایک آدمی کو حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف بھیجا۔ وہ آدمی پہلے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپؓ کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ صرف اصلاح ہے اس کے بعد اس شخص نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپؓ بھی اسی لیے جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔'' جو وجہ بتائی تھی۔ ''اس شخص نے جواب دیا کہ اگر آپ کا منشاء اصلاح ہے تو اس کا یہ طریق نہیں جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ اس کا نتیجہ تو فساد ہے۔اِس وقت ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر ایک شخص کو آپ قتل کریں گے تو ہزار اس کی تائید میں کھڑے ہو جائیں گے اور اس کا مقابلہ کریں گے تو اَور بھی زیادہ لوگ ان کی مدد کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ پس اصلاح یہ ہے کہ پہلے ملک کو اتحاد کی رسی میں باندھا جائے پھر شریروں کو سزا دی جائے ورنہ اس بدامنی میں کسی کو سزا دینا ملک میں اور فتنہ ڈلوانا ہے۔ حکومت پہلے قائم ہو جائے تو وہ سزا دے گی۔ یہ بات سن کر انہوں نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ کا یہی عندیہ ہے تو وہ آ جائیں ہم ان کے ساتھ ملنے کو تیار ہیں۔ اس پر اس شخص نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور طرفین کے قائمقام ایک دوسرے کو ملے اور فیصلہ ہو گیا کہ جنگ کرنا درست نہیں صلح ہونی چاہیے۔

جب یہ خبر سبائیوں کو (یعنی جو عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگ اور قاتلین حضرت عثمانؓ تھے) پہنچی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور خفیہ خفیہ ان کی ایک جماعت مشورہ کے لیے اکٹھی ہوئی۔ انہوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لیے سخت مضر ہو گی کیونکہ اسی وقت تک ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کی سزا سے بچ سکتے ہیں جب تک کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں گے۔ اگر صلح ہو گئی اور امن ہو گیا تو ہمارا ٹھکانہ کہیں نہیں۔ اس لیے جس طرح سے ہو صلح نہ ہونے دو۔ اتنے میں حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے اور آپؓ کے پہنچنے کے دوسرے دن آپؓ کی اور حضرت زبیرؓ کی ملاقات ہوئی۔ وقتِ ملاقات حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپؓ نے میرے لڑنے کے لیے تو لشکر تیار کیا ہے مگر کیا خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لیے کوئی عذر بھی تیار کیا ہے؟ آپ لوگ کیوں اپنے ہاتھوں سے اس اسلام کے تباہ کرنے کے درپے ہوئے ہیں جس کی خدمت سخت جانکاہیوں سے کی تھی۔ کیا میں آپ لوگوں کا بھائی نہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ پہلے تو ایک دوسرے کا خون حرام سمجھا جاتا تھا لیکن اب حلال ہو گیا۔ اگر کوئی نئ بات پیدا ہوئی ہوتی تو بھی بات تھی جب کوئی نئ بات پیدا نہیں ہوئی تو پھر یہ مقابلہ کیوں ہے؟ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا وہ بھی حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے۔'' اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جو حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے ''کہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے قتل پر لوگوں کو اکسایا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک ہونے والوں پر لعنت کرتا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا تم کو یاد نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تُو علیؓ سے جنگ کرے گا اور تُو ظالم ہو گا۔ یہ سن کر حضرت زبیرؓ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے اور قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے ہرگز جنگ نہیں کریں گے اور اقرار کیا کہ انہوں نے اجتہاد میں غلطی کی۔
جب یہ خبر لشکر میں پھیلی تو سب کو اطمینان ہو گیا کہ اب جنگ نہ ہو گی بلکہ صلح ہو جائے گی لیکن مفسدوں کو سخت گھبراہٹ ہونے لگی اور جب رات ہوئی تو انہوں نے صلح کو روکنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے لشکر پر رات کے وقت شب خون مار دیا اور جو اُن کے لشکر میں تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکر پر شب خون مار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شور پڑ گیا اور ہر فریق نے خیال کیا کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا حالانکہ اصل میں یہ صرف سبائیوں کا ایک منصوبہ تھا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو حضرت علیؓ نے آواز دی کہ کوئی شخص حضرت عائشہؓ کو اطلاع دے۔ شاید ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو دور کر دے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ آگے کیا گیا لیکن نتیجہ اَور بھی خطرناک نکلا۔ مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر الٹی پڑنے لگی۔ حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر تیر مارنے شروع کیے۔ حضرت عائشہؓ نے زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے لوگو! جنگ کو ترک کرو۔ اور خدا اور یومِ حساب کو یاد کرو لیکن مفسد باز نہ آئے اور برابر آپؓ کے اونٹ پر تیر مارتے چلے گئے۔ چونکہ اہلِ بصرہ اس لشکر کے ساتھ تھے جو حضرت عائشہؓ کے ارد گرد جمع ہوا تھا۔ ان کو یہ بات دیکھ کر سخت طیش آیا اور ام المومنین کی یہ گستاخی دیکھ کر ان کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اور تلواریں کھینچ کر لشکر مخالف پر حملہ آور ہو گئے۔ اور اب یہ حال ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ جنگ کا مرکز بن گیا۔ صحابہ اور بڑے بڑے بہادر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ایک کے بعد ایک قتل ہونا شروع ہوا لیکن اونٹ کی باگ انہوں نے نہ چھوڑی۔ حضرت زبیرؓ تو جنگ میں شامل ہی نہ ہوئے اور ایک طرف نکل گئے مگر ایک شقیؓ نے ان کے پیچھے سے جا کر اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت طلحہؓ عین میدانِ جنگ میں ان مفسدوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب جنگ تیز ہو گئی تو یہ دیکھ کر کہ اس وقت تک جنگ ختم نہ ہو گی جب تک حضرت عائشہؓ کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے بعض لوگوں نے آپ کے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیے اور ہودج اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ تب کہیں جا کر جنگ ختم ہوئی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت علیؓ کا چہرہ مارے رنج کے سرخ ہو گیا لیکن یہ جو کچھ ہوا اس سے چارہ بھی نہ تھا۔ جنگ کے ختم ہونے پر جب مقتولین میں حضرت طلحہؓ کی نعش ملی تو حضرت علیؓ نے سخت افسوس کیا۔

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس لڑائی میں صحابہؓ کا ہرگز کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ شرارت بھی قاتلانِ عثمانؓ کی ہی تھی اور یہ کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ حضرت علیؓ کی بیعت ہی میں فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کا اقرار کر لیا تھا لیکن بعض شریروں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کی۔''

(انوار خلافت ،انوا رالعلوم جلد 3 صفحہ 198تا 201)

جنگِ جمل اور حضرت طلحہؓ کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ فرماتے ہیں کہ انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے ابتدائی ایام میں جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہی بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ وہ لوگ تھے جو بڑے سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو آرام زیادہ میسر آتا تھا بلکہ ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ تھی کہ دین کی خاطر انہوں نے دوسروں سے زیادہ تکلیفیں برداشت کی تھیں۔ حضرت طلحہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا اور ایک گروہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے مارنے والوں سے ہمیں بدلہ لینا چاہیے تو اس گروہ کے لیڈر حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ تھے لیکن دوسرے گروہ نے کہا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ چکا ہے۔ آدمی مرا ہی کرتے ہیں۔ سرِدست ہمیں تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنا چاہیے تاکہ اسلام کی شوکت اور اس کی عظمت قائم ہو۔ بعد میں ہم ان لوگوں سے بدلے لے لیں گے۔ اس گروہ کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے الزام لگایا کہ علیؓ ان لوگوں کو پناہ دینا چاہتے ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے اور حضرت علیؓ نے الزام لگایا کہ ان لوگوں کو اپنی ذاتی غرضیں زیادہ مقدم ہیں۔ اسلام کا فائدہ ان کو مدّنظر نہیں۔ گویا اختلاف اپنی انتہائی صورت تک پہنچ گیا اور پھر آپس میں جنگ بھی شروع ہوئی۔ ایسی جنگ جس میں حضرت عائشہؓ نے لشکر کی کمان کی۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شامل تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ شروع میں مخالفین میں شامل تھے۔ پھر حضرت زبیرؓ تو حضرت علیؓ کی بات سن کر علیحدہ ہو گئے تھے اور دوسرے بھی صلح کرنا چاہتے تھے لیکن پھر مخالفین جو تھے انہوں نے، اور جو منافقین تھے یا جو فتنہ پرداز تھے انہوں نے پھر فتنہ ڈالا لیکن بہرحال دو گروہ تھے یہ اور لڑائی میں شامل تھے اور دونوں فریق میں جنگ جاری تھی تو ایک صحابی حضرت طلحہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہاطلحہ تمہیں یاد ہے کہ فلاں موقع پر میں اور تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا طلحہؓ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم اَور لشکر میں ہو گے اور علیؓ اَور لشکر میں ہو گا اور علیؓ حق پر ہو گا اور تم غلطی پر ہو گے۔ حضرت طلحہؓ نے یہ سنا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا ہاں! مجھے یہ بات یاد آ گئی ہے اور پھر اُسی وقت لشکر سے نکل کر چلے گئے۔ جب وہ لڑائی چھوڑ کر جا رہے تھے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری کی جائے تو ایک بدبخت انسان جو حضرت علیؓ کے لشکر کا سپاہی تھا اس نے پیچھے سے جا کر آپؓ کو خنجر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جو حضرت طلحہؓ کا قاتل تھا وہ اس خیال سے کہ مجھے بہت بڑا انعام ملے گا دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت علیؓ کو کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کو آپ کے دشمن کے مارے جانے کی خبر دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا کون دشمن؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں نے طلحہؓ کو مار دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے شخص! میں

بھی تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ تُو دوزخ میں ڈالا جائے گا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا تھا جبکہ طلحہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور میں بھی بیٹھا ہوا تھا کہ اے طلحہ !تُو ایک دفعہ حق و انصاف کی خاطر ذلت برداشت کرے گا اور تجھے ایک شخص مار ڈالے گا مگر خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔

اس لڑائی میں جب حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے لشکر کی صفیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہوئیں تو حضرت طلحہؓ اپنی تائید میں دلائل بیان کرنے لگے۔ یہ اس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ایک صحابی نے انہیں حدیث یاد دلائی تھی اور وہ جنگ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ دلائل بیان کر ہی رہے تھے کہ حضرت علیؓ کے لشکر میں سے ایک شخص نے کہا او ٹنڈے چپ کر۔ حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ بالکل شل تھا وہ کام نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے کہا او ٹُنڈے چپ کر۔ تو حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ تم نے کہا تو یہ ہے کہ ٹُنڈے چپ کر مگر تمہیں پتا بھی ہے کہ میں ٹنڈا کس طرح ہوا ہوں۔ اُحد کی جنگ میں جب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تو تین ہزار کافروں کے لشکر نے ہمیں گھیرے میں لے لیا اور انہوں نے اس خیال سے چاروں طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر برسانے شروع کر دیے کہ اگر آپؐ مارے گئے تو تمام کام ختم ہو جائے گا۔ اس وقت کفار کے لشکرکے ہر سپاہی کی کمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی طرف تیر پھینکتی تھی۔ تب میں نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے کر دیا اور کفار کے لشکر کے سارے تیر میرے اس ہاتھ پر پڑتے رہے یہاں تک کہ میرا ہاتھ بالکل بیکار ہو کر ٹُنڈاہو گیا مگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے سے اپنا ہاتھ نہیں ہٹایا۔

(ماخوذ از آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی...، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 149تا 151)

جنگِ جمل کے موقع پر ایک اَور جگہ حضرت طلحہؓ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ وہ ٹنڈا مارا گیا۔ ایک صحابیؓ نے جو اس بات کو سن رہے تھے کہا کمبخت تجھے معلوم ہے کہ وہ ٹنڈا کیسے ٹنڈا ہوا! جنگِ احد کے موقع پر جب ایک غلط فہمی کی وجہ سے صحابہؓ کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور کفار کو یہ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند افراد کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہ گئے ہیں تو قریباً تین ہزار کافروں کا لشکر آپؐ پر چاروں طرف سے اُمڈ آیا اور سینکڑوں تیر اندازوں نے کمانیں اٹھا لیں اور اپنے تیروں کا نشانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو بنا لیا تا کہ تیروں کی بوچھاڑ سے اس کو چھید ڈالیں۔ اس وقت وہ شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو کھڑا کیا وہ طلحہؓ تھا۔ طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا کر دیا اور ہر تیر جو گرتا تھا بجائے آپؐ کے چہرے پر پڑنے کے طلحہ کے ہاتھ پر پڑتا تھا۔ اس طرح تیر پڑتے گئے یہاں تک کہ زخم معمولی زخم نہ رہے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے طلحہ کے ہاتھ کے پٹھے مارے گئے اور ان کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ تو جس کو تم حقارت کے ساتھ ٹُنڈا کہتے ہو اس کا ٹنڈا ہونا ایسی نعمت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس برکت کے لیے ترس رہا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 26 صفحہ 386 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 ستمبر 1945ء)

رِبْعِی بِنْ حِرَاش سے مروی ہے کہ میں حضرت علیؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عمران بن طلحہ آئے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو سلام کیا۔ حضرت علیؓ نے ان کو کہا مَرْحَبًا۔ عمران بن طلحہ مَرْحَبًا۔ عمران بن طلحہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے مرْحَبًا کہتے ہیں حالانکہ آپؓ نے میرے والد کو قتل کیا اور میرا مال لے لیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تمہارا مال تو بیت المال میں الگ پڑا ہوا ہے۔ صبح کو اپنا مال لے جانا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا میں نے اسے اپنے تصرف میں اس لیے لے لیا تھا کہ لوگ اسے اُچک نہ لیں۔ لے نہ جائیں کہیں اور جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہارے والد کو قتل کر دیا تو میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (الحجر :48) اور ہم ان کے دلوں سے جو بھی کینے ہیں نکال باہر کریں گے، بھائی بھائی بنتے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 169 من بنی تیم بن مرۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

محمد انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے روز ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا طلحہؓ کے قاتل کو اندر آنے کی اجازت دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ اس قاتل کو دوزخ کی خبر سنا دو۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 169 من بنی تیم بن مرۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت طلحہؓ جب شہید ہوئے اور حضرت علیؓ نے ان کو مقتول دیکھا تو ان کے، حضرت طلحہؓ کے چہرے پر سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا اے ابو محمد! یہ بات مجھ پر بہت شاق ہے کہ میں تجھ کو آسمان کے تاروں کے نیچے خاک آلودہ دیکھوں۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ میں اللہ کے حضور اپنے عیوب اور دکھوں کی فریاد کرتا ہوں۔ پھر حضرت طلحہؓ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا کہ کاش میں اس دن سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی بہت روئے۔ حضرت علی نے ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا:

فَتًى كَانَ يُدْنِيهِ الْغِنٰى مِنْ صَدِيْقِهِ
اِذَا مَا هُوَ اسْتَغْنٰى وَ يُبْعِدُهُ الْفَقْرُ

وہ ایک ایسا نوجوان تھا جو دولت مندی اور غنی ہونے کی حالت میں دوستوں سے مل جل کر رہتا تھا اور محتاجی کے وقت ان سے کنارہ کشی کرتا تھا ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس شعر کے مصداق تو ابو محمد طلحہ بن عبیداللہؓ تھے۔اللہ ان پر رحم کرے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء 3 صفحہ 87 طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہاں ان کا ذکر ختم ہوا۔

اب جو آج کل کے حالات ہیں اس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس بھی پڑھ دیتا ہوں۔ ایک موقع پر آپؑ نے مفتی صاحب کو فرمایا کہ مکانوں کو روشن رکھیں اور آج کل گھروں میں (طاعون کے دنوں کی بات ہے) خوب صفائی رکھنی چاہیے۔ کپڑوں کو بھی ستھرا رکھنا چاہیے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کل دن بہت سخت ہیں اور ہوا زہریلی ہے اور صفائی رکھنا سنت ہے۔ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 273-274)

پھر ایک موقع پر فرمایا:''وہ لوگ جن کے شہروں اور دیہات میں طاعون شدت کے ساتھ پھیل گیا ہے۔ اپنے شہروں سے دوسری جگہ نہ جائیں۔ اپنے مکانوں کی صفائی کریں اور انہیں گرم رکھیں اور ضروری تدابیر حفظ ماتقدم کی عمل میں لائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سچی توبہ کریں اور پاک تبدیلی کر کے خدا تعالیٰ سے صلح کریں۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر تہجد میں دعائیں مانگیں۔'' پھر آپؑ نے فرمایا کہ ''...... اپنی حالت کی سچی تبدیلی ہی خدا کے اس عذاب سے بچا سکے گی۔ وَنِعْمَ مَا قِیْلَ۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 234)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو توفیق دے کہ وہ ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں پر زور دے۔ حکومت کی ہدایات پر عمل بھی کریں۔ گھروں کو بھی صاف رکھیں۔ دھونی بھی دینی چاہیے۔ ڈیٹول وغیرہ کے سپرے بھی کرتے رہیں وہ بھی مل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب پر فضل فرمائے اور رحم فرمائے۔ بہرحال خاص طور پر ان دنوں میں دعاؤں پر خاص زور دیں۔ اللہ سب کو اس کی توفیق دے۔ (الفضل انٹرنیشنل 24۔اپریل 2020ء)

بقیہ از صفحہ 1 خلاصہ خطبہ جمعہ

اور یہی وہ حسین معاشرہ ہے جو ہر مؤمن قائم کرنے کی خواہش رکھتا ہے بلکہ ہر انسان اس معاشرے کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے ۔

حضور انور نے فرمایا:آج کل جو وباء پھیلی ہوئی ہے وائرس کی اس نے حکومتی قانون کے تحت اکثر لوگوں کو گھروں میں بند کر دیا ہے اور یہاں ایک اچھی بات اس لحاظ سے بھی پیدا ہو رہی ہے کہ خدام الاحمدیہ والنٹیئرز کے تحت جہاں جہاں مدد کی ضرورت ہے لوگوں کو جنس پہنچانے کے لئے یا دوسری سہولیات پہنچانے کے لئے، دوائیاں پہنچانے کے لئے وہ کر رہے ہیں۔ تو یہ جو حق ادا کئے جا رہے ہیں یہ ایک ایسا نمونہ پیش کر رہے ہیں جس سے اپنے تو فائدہ اُٹھا ہی رہے ہیں غیر بھی فائدہ اُٹھا کر متاثر ہو رہے ہیں ۔ بہرحال اس کے علاوہ روحانی فائدے کیا ہیں ،لوگ لکھتے ہیں کہ اس وجہ سے ہمارے گھر کا ایک نیا ماحول بن گیا ہے کہ ہم گھروں میں بیٹھ گئے ہیں،نمازیں باجماعت ادا ہوتی ہیں،نمازوں کے بعد مختصر درس و تدریس بھی ہوتا ہے، خطبہ اکٹھے بیٹھ کر سنتے ہیں اور بعض دوسرے پروگرام ایم۔ٹی۔اے پر دیکھتے ہیں۔ اگر یہ لاک ڈاؤن مزید لمبا ہوتا ہے اور پورے رمضان تک حاوی رہتا ہے تو پھراس رمضان میں باجماعت نمازیں اور درس و تدریس کو مزید توجہ سے ادا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ بچوں کو چھوٹے چھوٹے مسائل بھی سکھائیں اور بتائیں اس طرح اپنا علم بھی بڑھائیں اور بچوں کا علم بھی بڑھائیں اور دُعاؤں کی طرف توجہ دے کر خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے رحم مانگیں اپنے لئے بھی اور دُنیا کے لئے بھی۔ پس یہ دن جو اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے اس کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا:حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقویٰ کی وضاحت مختلف انداز میں مختلف مواقع پر کی ہے۔ پس ہمارا فرض بنتا ہے کہ آپ کی باتوں کو سن کر اس پر عمل کریں ، اس عہد کو پورا کریں جو ہم نے آپ سے کیا ہے ۔ ایک مجلس میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ تقویٰ کیا ہے آپؑ فرماتے ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ باریک درباریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارے تک نہ پہنچے اور پھر نِری تدبیرہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دُعا کرے جواس کا حق ہے کہ گداز ہو جاوے۔ بیٹھ کر، سجدہ میں،رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دُعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے ۔ فرمایا کہ اس میں شک نہیں ہے کہ انسان بعض اوقات تدبیر سے فائدہ اٹھا تا ہے لیکن تدبیر پر کلّی بھروسہ کر نا سخت نادانی اور جہالت ہے جب تک تدبیر کے ساتھ دُعا نہ ہو کچھ نہیں اور دُعا کے ساتھ تدبیر نہ ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔ اسی کے واسطے کہا ہے کہ وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا۔ فرمایا کہ اس میں کس قدر ہدایت تدبیر کو عمل میں لانے کے واسطے کی گئی ہے تدبیر میں بھی خدا کو نہ چھوڑے دوسری طرف فرمایا ہے۔اُدۡعُوۡنِیۡ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ۔ پس اگر انسان پورے تقویٰ کا طالب ہے تو تد بیر کرے اور دُعا کرے دونوں کا جو بجالانے کا حق ہے بجالائے تو ایسی حالت میں خدا اس پر رحم کرے گا لیکن اگر ایک کرکے اور دوسری کو چھوڑے گا تو محروم رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تقوی اللہ ہر ایک عمل کی جڑ ہے ۔ تقویٰ سے زینت اعمال پیداہوتی ہے، تقویٰ ہی ہے جو اعمال کی خوبصورتی پیدا کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے اور اسی کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔تقویٰ حقیقت میں اپنے کامل درجہ پر ایک موت ہے کیونکہ جب نفس کی سارے پہلوؤں سے مخالفت کرے گا تو نفس مر جاوے گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا۔ فرمایا کہ نفس ظاہری لذات کا دلدادہ ہوتا ہے پنہانی لذات سے یہ بالکل بے خبر ہے ۔ اسے خبردار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اول ظاہری لذات پر ایک موت وارد ہو اور پھر نفس کو پنہانی لذّات کا علم ہو۔ فرمایا کہ اس وقت الٰہی لذّات جو کہ جنتی زندگی کا نمونہ ہیں شروع ہوں گی۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ نفس پر موت وارد کرنے اور حصولِ تقویٰ کے لئے وہ اول مشق کریں جیسے بچے خوشخطی سیکھتے ہیں تو اول اول ٹیڑھے حروف لکھتے ہیں لیکن آخر کار مشق کرتے کرتے خود ہی صاف اور سیدھے حروف لکھنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کو بھی مشق کرنی چاہئے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو دیکھے گا تو خود اُن پر رحم کرے گا ۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں ۔میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں باہم نزاعیں بھی ہو جاتی ہیں، آپس میں جھگڑے ہیں، رنجشیں ہیں، دُوریاں ہیں اور معمولی نزاع سے پھر ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنے لگتا ہے اور اپنے بھائی سے لڑتا ہے۔ یہ بہت ہی نامناسب حرکت ہے، یہ نہیں ہونا چاہئے ۔ فرمایا کہ بعض آدمی ذرا ذرا سی بات پر دوسرے کی ذلت کا اقرار کئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ستّار ہے پھر یہ کیوں اپنے بھائی پر رحم نہیں کرتا اور عفو اور پردہ پوشی سے کام نہیں لیتا۔ چاہئے کہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے اور اس کی عزت و آبرو پر حملہ نہ کرے۔ فرمایا دیکھا جاتا ہے کہ جب ایک ادنیٰ سی بات پر بحث شروع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی فکر میں ہوتا ہے کہ کس طرح میں دوسرے کو نیچا دکھاؤں۔ کسی طرح میں فاتح ہو جاؤں۔ ایسے موقعوں پر جوش نفس سے بچنا چاہئے اور رفع فساد کے لئے ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں دیدہ دانستہ خود ذلت اختیار کر لینی چاہئے۔ فرمایا کہ یہ بڑی رعونت کی جڑ اور بیماری ہے کہ دوسرے کی خطا پکڑ کر اشتہار دے دیا جاوے۔ غرض یہ سب اُمور تقویٰ میں داخل ہیں اور اندرونی بیرونی اُمور میں تقویٰ سے کام لینے والا فرشتوں میں داخل کیا جاتا ہے ۔ تقویٰ حاصل کرو کیونکہ تقویٰ کے بعد ہی خدا تعالیٰ کی برکتیں آتی ہیں۔ متقی دُنیا کی بلاؤں سے بچایا جاتا ہے۔ خدا اُن کا پردہ پوش ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو بیعت کا زبانی اقرار کچھ شئے نہیں ہے اللہ تعالیٰ تزکیہ نفس چاہتا ہے۔ اس لئے اپنے نفسوں میں تبدیلی پیدا کرو اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ حاصل کرو ۔ پس یاد رکھو کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھائیوں کو دُکھ دینا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ جمیع اخلاق کے متمم ہیں اور اس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپ کے اخلاق کا قائم کیا ہے۔ پس دوسروں پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ بعض اوقات انسان دوسرے پر عیب لگا کر خود اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے اور پھر تم نے الزام لگایا ہے تو خود اُس میں گرفتار ہو جاؤ گے لیکن اگر وہ عیب سچ مچ اُس میں ہے جس پر تم الزام لگا رہے ہو تو اس کا معاملہ خدا تعالیٰ سے ہے اور اگر نہیں ہے اور تم کہہ رہے ہو تو وہ پھر تمہارے اُوپر وہ اُلٹ پڑ سکتا ہے۔ پھر فرمایا بہت سے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر معاً ناپاک الزام لگا دیتے ہیں ان باتوں سے پرہیز کرو۔ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاؤ اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرو۔ ہمسایوں سے نیک سلوک کرو۔ اپنی بیویوں سے عمدہ معاشرت کرو اور سب سے پہلے شرک سے بچو کہ یہ تقویٰ کی ابتدائی اینٹ ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں یاد رکھو نیکی اتنی نہیں کہ ایک شخص کہے کہ میں نیک ہوں اس لئے کہ میں نے کسی کا مال نہیں لیا ،نقب زنی نہیں کی، چوری نہیں کرتا ،بدنظری اور زنا نہیں کرتا، ایسی نیکی عارف کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے کیونکہ اگر وہ ان بدیوں کا ارتکاب کرے اور چوری اور ڈاکہ زنی کرے تو وہ سزا پائے گا۔ پس یہ کوئی نیکی نہیں جو عارف کی نگاہ میں قابل قدر ہو بلکہ اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوع انسان کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفاداری دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دے دینے کو تیار ہو ۔ یہ خوب یاد رکھو کہ نِرا بدی سے پرہیز کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں جب تک اس کے ساتھ نیکیاں نہ کرے۔ حضور انور نے فرمایا: پس یہ وہ معیارِ تقویٰ اور یہ ہے وہ دین کو جاننے سمجھنے اور عمل کرنے کا معیار جسے ہمیں حاصل کرنے کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی اور جس کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے ۔

حضور انور نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے جو پھر اگلی آیات میں بیان کردہ جو روزے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اس کی چھوٹ کی ۔ اگر ایسی بیماری ہے جس میں روزہ برداشت کرنا مشکل ہے ، جس میں ڈاکٹر نے کہا ہے کہ روزہ نہیں رکھنا تو پھر فدیہ دے دو لیکن بہانے تلاش کر کے فدیے کا جواز پیدا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے پھر آگے مزید وضاحت فرما دی کہ مریض ہو یا سفر پر ہو تو روزہ نہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ تنگی نہیں چاہتا اور جب بیماری دُور ہو جائے تو پھر چھوڑے ہوئے روزے پورے کرو۔ سفر کے دوران جو روزے چھوٹ گئے اُنہیں پورا کرو چاہے فدیہ دے بھی دیا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ فرمایا : اس دُنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں ،بہانے کرتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دُنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادے کو جانتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:آجکل وائرس کی بیماری کی وجہ سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ گلا خشک ہو جائے گا زیادہ امکان بڑھ جائے گا بیماری کا روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔ میں کوئی عمومی فتویٰ یا فیصلہ نہیں دیتا اس بارے میں ۔میں یہی عموماً لکھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی حالت دیکھ کر خود فیصلہ کرو اور پاک دل ہو کر تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنے دل سے فتویٰ لو۔ اپنی اپنی حالتیں اور طبیعتیں دیکھ کر ہر کوئی فیصلہ کرے اپنے ضمیر سے فتویٰ لےاور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے روزہ رکھنے کے لئے دُعا کریں اور دُعائیں بھی ان دنوں میں بہت زیادہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اس وباء کو دُنیا سے جلد ختم کرے دُنیا پر رحم فرمائے ۔

حضور انور نے فرمایا: یہ بھی یاد رکھیں جو آج کل دُنیا کے حالات ہو رہے ہیں جب ایسی کسی وباء کی وجہ سے معاشی حالات بھی انتہائی خراب ہو چکے ہیں دُنیا کے۔ جب ایسے معاشی حالات آتے ہیں جیسے آج کل ہیں تو پھر جنگوں کے امکان بھی بڑھ جاتے ہیں اور پھر دُنیا دار حکومتیں اپنے مفادات کے حل تلاش کرنے کے لئے دُنیاوی حیلوں سے اس کے حل تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ توجہ بٹانے کے لئے اپنی عوام کی اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو پھر مزید مشکلات میں ان کو ڈالنے والی ہو۔ پھر مزید تباہی میں یہ لوگ چلے جاتے ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں کو بھی عقل دے کہ وہ بھی عقل سے کام لیں اور کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں جس سے دُنیا میں مزید فساد پیدا ہو اور مزید تباہی آئے دُنیا میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دُعاؤں کی توفیق دے اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کی توفیق دے اور دنیاوی بڑی حکومتوں کو عقل سے اپنی پالیسیاں بنانے اور آئندہ کے لائحہ عمل بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مختار احمد

دُنیا کے پہلے معلّم ۔ حضرت آدم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی ہر شئ کی ڈیوٹی اور حدود و قیوّد مقرر فرما دیں۔ چنانچہ فرمایا: خَلَقَ كُلَّ شَيۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا (الفرقان : 3)

ترجمہ: اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اُسے ایک بہت عمدہ اندازے کے مطابق ڈھالا ۔

سرِدست ہم حضرت انسان کو لیتے ہیں کہ ہمارے خالق و مالک نے ذمہ داریوں کی آگاہی کے لئے اوّلین حضرت آدمؑ کو معلّم اور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کو خاتم المعلمین بنایا تا نوعِ انسان اُن کےاقوال و اعمال سے اپنا دستورِ حیات سمجھیں۔ ارشاد باری ہے۔

يَا آدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ وَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ (البقرہ:36)

ترجمہ:اور ہم نے کہا اے آدم ! تُو اور تیری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو اور تم دونوں اس میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ مگر اس مخصوص درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے چھ ہدایات فرمائیں۔

- اسۡكُنۡ ۔ سَكَنَ الشيءُ إذَا ذَهَبَتْ حَرَكَتُهٗ۔ سَكَنَ بِالۡمَكَانَ أَقَامَ (لسان) السكنی من السكون لانها نوع من اللبث والاستقرار۔ (الکشاف) ایک جگہ سکونت کرنی ہے۔خانہ بدوشی اختیار نہیں کرنی۔ گویا کسی ایک جگہ اقامت اور مکان کی طرف توجہ دلائی۔ سکن کا لفظ اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ جنگلی جانوروں کی طرح نہیں رہنا۔
- أَنۡتَ وَزَوۡجُكَ۔ میاں بیوی یعنی جوڑا مقرر کرکے رہنا ہے ۔ معاشرہ میں بے لگام گھوڑا اور شُتر بے مہار نہیں بننا ۔ فیملی سسٹم قائم کرنے کی ہدایت فرمائی تا رشتوں کی پاسداری مدّنظر رہے۔
- الۡجَنَّةَ۔سکونتی جگہ پہ باغ ہو، جنّت کے لفظ میں ہی یہ سب مفہوم شامل ہے۔قدرتی باغ ہو،نہیں تو باغبانی کر لی جاوے تا حکمِ ربّی پر عمل ہوسکےاور صحت افزاء مقام پہ بودوباش ہو اورصفائی نصب العین رہے۔
- وَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا ۔ رَغَد أَي واسعة طيبة (لسان) رغداً واسعاً رافهاً۔ (الکشاف) کھانا پینا حلال طیّب اور مناسب حسب منشاء رکھناہے۔ یعنی رغداً کا معنی ہی یہ ہے کہ حلال،طیّب اور ضرورت کے مطابق کھانا ہے۔

اسی حکم کی تفسیر ہے وَكُلُوا وَاشۡرَبُوا وَلَا تُسۡرِفُوا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ۔ (الاعراف :32)

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اس کا اخلاقی حالت پر بداثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مضر صحت بھی نہ ہو۔

(اسلامی اُصول کی فلاسفی ، روحانی خزائن جلد 10 ص 320)

- وَلَا تَقۡرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ ۔ وشَجَرَ بين القوم الامرُ، إِذا اختلف۔ (لسان) مہلک اور حرام چیزیں کھانا تو درکنار اُن کے قریب بھی نہیں جانا اور باہمی امن سے رہنا ہے۔ شجر کے لفظ پر ال لا کر یہ بتایا کہ مخصوص باتیں اور چیزیں جو جسمانی صحت اور معاشرتی بگاڑ پیدا کریں اُن سے بچنا ہے۔
- فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ۔ الظُّلم: الجَوْرُ ومُجاوَزَةُ الحدِّ (لسان) حدود و قیوّد نظر انداز کیں تو ظلم کرنے والے بن جاؤ گے۔ تو مرد اور عورت دونوں کو ہی بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ جیسا کہ آج کل کرونا کی صورت نتائج دُنیا کے سامنے ہیں ۔

مزید فرمایا۔

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِيۡهَا وَلَا تَعۡرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظۡمَؤُا فِيۡهَا وَلَا تَضۡحٰى۔ (طٰہٰ: 119، 120)

ترجمہ: تیرے لئے لازم ہے کہ نہ تُو اس میں بھوکا رہے اور نہ ننگا اور یہ بھی کہ نہ ہی تُو اُس میں پیاسا رہے اور نہ ہی کھلے آسمان تلے دھوپ میں رہے ۔گویا یہ سبق دیا کہ

- اَلَّا تَجُوۡعَ۔ یہ کہ فاقہ کشی نہ ہو، محنت کرنی ہے تا بھوک کی تکلیف سے بچے رہو۔
- وَلَا تَعۡرٰى ۔ وَلَا تعرى من الثياب (تفسیرابن عبّاس) اور لباس اس طرح پہننا ہے کہ ننگ ظاہر نہ ہو۔ یعنی عزّت و ناموس کی حفاظت کرنی ہے۔ تعرٰی کے لفظ میں حضرت ابن عبّاس کے نزدیک لباس کی تعلیم موجود ہے۔
- لَا تَظۡمَؤُا۔ اپنے لئے پانی کا انتظام بھی کرنا ہے تا پیاس کی مصیبت کا سامنا نہ ہو۔ یعنی سامان تسکین کے حصول تعلیم دی۔
- وَلَا تَضۡحٰى۔ ضحی: ارۡتِفاعُ النهار ۔الضُّحى من طلوعِ الشمس إِلى أَنۡ يَرۡتَفِعَ النهارُ وتَبۡيَضَّ الشمس جدّاً (لسان) ولا يصيبك حر الشمس۔ (ابن عباس)

کہ جب سُورج کی شعاعوں میں تیزی آجائے تو تپش سے بچناہے یعنی اپنے لئے چھاؤں کا انتظام کرنا ہے۔ یعنی پناہ گاہ کی تعمیر کا سبق دیا۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے اُصول درج ذیل بیان فرمائے ہیں۔آپؓ فرماتے ہیں

”قرآن کریم سے معلوم ہوتاہے کہ آدمؑ نے اپنی خلافت کو جس تمدّن کے قیام سے ظاہر کیا وہ مندرجہ ذیل اُصول پر مبنی تھا۔

1۔ آدم کی جماعت کا فرض مقرر کیا گیا تھا کہ وہ شادی کریں جیسا کہ يَا آدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ (البقرہ : 36) کے حکم سے معلوم ہوتا ہے۔ آدم سے پہلے چونکہ شریعت نازل نہ ہوئی تھی۔ شادی کا خاص دستور بشر میں نہ تھا۔ آدم کے ذریعہ سے شادی کا حکم جاری ہوا۔ بائبل نے اس واقعہ کو مسخ کر کے بیان کیا ہے مگر اس کا یہ بیان کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آدم کے لئے ایک بیوی تیار کرے ۔

(پیدائش باب 2)

اس تحقیق کی روشنی میں کہ آدم سے پہلے بشر موجود تھے اس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ گو آدم سے پہلے بشر تھے مگر کوئی باقاعدہ نکاح کا طریق رائج نہ تھا اور بیوی بنانے کا اصل مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات کے متعلق احکام بتائے گئے۔

2۔ جہاں اتباع آدم کو کچھ اُمور کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہاں کچھ اُمور سے اجتناب کا بھی حکم دیا گیا تھا جیسا کہ وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

3۔ وہ تعاون سے اپنی جماعت کے کھانے پینے کا انتظام کریں۔

4۔ پانی کا انتظام کریں۔

5۔ لباس پہنیں اور ننگے نہ رہیں۔

6۔ مکان بنائیں اور اکٹھے رہیں۔

تین سے چھ تک کے اُمور اس آیت سے ظاہر ہوتے ہیں اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِيۡهَا وَلَا تَعۡرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظۡمَؤُا فِيۡهَا وَلَا تَضۡحٰى (طٰہٰ: 119،120)

یعنی اے آدم ! جس مقام پر ہم تم کو رکھنے لگے ہیں اس میں تمہارا فرض ہو گاکہ بھوکے نہ رہو اور ننگے نہ رہو اور پیاسے نہ رہواور دُھوپ کی تکلیف نہ اُٹھاؤ۔“

(تفسیر کبیر زیر آیت سورۃ بقرہ 36)

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی۔

1۔ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ
2۔لسان العرب
3۔ الکشاف
4۔تفسیر ابن عباسؓ
5 ۔تفسیر کبیر
6۔ اسلامی اصول کی فلاسفی

اطلاعات اعلانات

تکمیل قرآن کریم دور اوّل

مکرمہ طیبہ منصور چیمہ۔لندن لکھتی ہیں۔

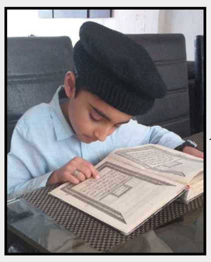

خاکسار کے نواسے عزیزم عرشان وقاص خان ابن وقاص خان داؤدنے بعمر ساڑھے آٹھ سال قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ الحمدللہ۔ بچے کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت اس کی والدہ محمودہ وقاص خان کے حصہ میں آئی عزیزم عرشان مکرم منصور احمد چیمہ لندن کا نواسہ اور داؤد خان آف ناروے کا پوتا ہے۔قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن کی خدمت میں بچے کے نیک اور صالح ہونے اور قرآن کریم کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے دعا کی خاص درخواست ہے۔

نوٹ: ادارہ کی طرف سے مبارکباد قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ عزیزم کو قرآن کریم کا علم،عرفان اور معرفت عطا فرمائے۔آمین

انجینئر محمود مجیب اصغر

لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ ﷺ یہی ہے

حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

مائیکل ایچ ہارٹ Micheal H.Hart ایک امریکن سائنسدان اور مصنف ہے جس نے 1978ء میں ایک شہرہ آفاق کتاب The 100_ A Ranking of the most influencial persons in the History تصنیف کی اور کچھ دہرائی کے بعد 1992ء میں دوبارہ شائع کیا۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ عاصم بٹ نے ”سو عظیم آدمی“ کے عنوان سے کیا ہے اور ”تخلیقات“ اکرم آرکیڈ 29 ٹیمپل روڈ صفاں والا چوک لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔

مائیکل ہارٹ نے 100 انتہائی متاثر کن شخصیات کی میرٹ لسٹ میں ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار پہلے نمبر پر کیا ہے۔

جن انبیاء کا ذکر قرآن کریم میں ہے ان میں سے اس نے صرف تین انبیاء کو اس فہرست میں شامل کیا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نمبر ایک پر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کونمبرپندرہ پراور یسوع مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کونمبر تین پر لایا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے مذاہب کے بانیان میں سے گوتم بدھ کو چوتھے نمبر پر، کنفیوشس کو پانچویں نمبر پر، لاؤ تسو کو تہتروین نمبر پر، زرتشت کو ترانویں نمبر پر شمار کیاہے وغیرہ وغیرہ۔

کتاب کا تعارفی نوٹ

وہ اس کتاب کے تعارفی نوٹ میں لکھتا ہے۔

اس کتاب کے پیش نظر یہ بات ہے کہ وہ کون سے سو افراد ہیں جنہوں نے تاریخ اور دنیاکے نظام کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ میں نے مرتبے کے اعتبار سےان سو افراد کی ترتیب دی ہے یعنی اس جملہ اثر کے تناظر میں جو ان میں سے ہر ایک نے انسانی تاریخ اور دیگر انسانوں کی روزمرہ زندگی پر ڈالا.....یہاں جس اثر انگیزی کی بابت گفتگو ہوئی ہے، وہ عالمی درجہ کی ہے.... میں نے اس فہرست کو محض ان افراد تک ہی محدود نہیں رکھا جنہوں نے موجودہ انسان ہی کو متاثر کیا، گزشتہ نسلوں کو بھی برابر درجہ دیا گیا ہے..... اس کی ایک ممتازمثال (حضرت) محمد(ﷺ)کو عیسیٰ مسیح سے بلند درجہ دینے سے متعلق ہے اس کی وجہ میرا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کی تشکیل میں ان کا ذاتی اثر کہیں زیادہ نمایاں ہے، بہ نسبت عیسائیت کی ہیئت سازی میں عیسیٰ مسیح کے کردار کے۔
(صفہ 8 تا 10)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم(570ء - 632ء)

”ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات کی فہرست میں (حضرت) محمدؐ کا شمار سب سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض بھی ہوں لیکن یہ واحد تاریخی ہستی ہے جو مذہبی اور دنیاوی دونوں محاذوں پر برابر طور پر کامیاب رہی۔حضرت محمد (ﷺ)نے عاجزانہ طور پر اپنی مساعی کا آغاز کیا اور دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب کی بنیاد رکھی اور اسے پھیلایا۔وہ ایک انتہائی موثر سیاسی رہنما بھی ثابت ہوئے۔آج تیرہ سو برس گزرنے کے باوجود ان کے اثرات انسانوں پر ہنوز مسلم اور گہرے ہیں۔

اس کتاب میں شامل متعدد افراد کی یہ خوش قسمتی رہی کہ وہ دنیا کے تہذیبی مراکز میں پیدا ہوئے اور وہیں ایسے لوگوں میں پلے بڑھے جو عموماً اعلیٰ تہذیب یافتہ یا سیاسی طور پر مرکزی حیثیت کی اقوام تھیں۔ اس کے برعکس ان کی پیدائش جنوبی عرب میں مکہ شہر میں 570ء میں ہوئی یہ تب تجارت، فنون اور علم کے مراکز سے بہت دور دنیا کا دقیانوسی گوشہ تھا۔ وہ چھ برس کے تھے جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا۔ان کی پرورش عام وضع پر ہوئی۔

اسلامی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ ان پڑھ تھے۔ پچیس برس کی عمر میں جب ان کی شادی ایک اہل ثروت عورت سے ہوئی تو ان کی مالی حالت میں بہتری پیدا ہوئی ۔تاہم چالیس برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے لوگوں میں ان کا ایک غیر معمولی انسان ہونے کا تاثر قائم ہو چکا تھا.... عرب کے بدو قبائل تند خو جنگجوؤں کی حیثیت سے جانے جاتے تھے لیکن وہ تعداد میں کم تھے۔ شمالی زرعی علاقوں میں آباد وسیع بادشاہتوں کی افواج کے ساتھ ان کی کوئی برابری نہیں تھی ۔تاہم آپ (ﷺ)نے تاریخ میں پہلی مرتبہ انہیں یکجا کیا ۔یہ واحد ،راست خدا پر ایمان لے آئے۔ ان مختصر عرب فوجوں نے انسانی تاریخ میں فتوحات کا ایک حیران کن سلسلہ قائم کیا.... ایک دور میں تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان تمام مسیحی یورپ پر قابض ہو جائیں گے....

سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح انسانی تاریخ پر حضرت محمد (ﷺ)کے اثرات کا تجزیہ کر سکتے ہیں ۔تمام مذاہب کی طرح اسلام نے بھی اپنے پیروکاروں کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کئے یہی وجہ ہے کہ قریب سبھی عظیم مذاہب کے بانیان اس کتاب میں شامل ہیں ۔اس وقت عیسائی مسلمانوں سے بالحاظ تعداد دوگنے ہیں، اس لئے یہ بات عجیب محسوس ہوتی ہے کہ حضرت محمد(ﷺ) کو عیسیٰ مسیح سے بلند مقام دیا گیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔

اوّل مسیحیت کے فروغ میں یسوع مسیح کے کردار کی نسبت اسلام کی ترویج میں حضرت محمد (ﷺ) کا کردار کہیں زیادہ بھرپور اور اہم رہا۔ ہر چند کہ عیسائیت کے بنیادی اخلاقی اعتقادات کی تشکیل میں یسوع کی شخصیت بنیادی رہی (یعنی جہاں تک یہ صیہونی عقائد سے مختلف ہیں) سینٹ پال نے ہی صحیح معنوں میں عیسائی الٰہیات کی ترویج میں حقیقی پیش رفت کی۔ اس نے عیسائی پیروکاروں میں اضافہ بھی کیا اور وہ عہد نامہ جدید کے ایک بڑے حصہ کا مصنف بھی ہے۔

حضرت محمد(ﷺ)نہ صرف اسلام کی الٰہیات کی تشکیل میں فعال تھے بلکہ اس کے بنیادی اخلاقی ضوابط بھی بیان کئے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلام کے فروغ کے لئے بھی مساعی کیں اور مذہبی عبادات کی بھی توضیح کی۔عیسیٰ مسیح کے برعکس حضرت محمد(ﷺ) نہ صرف ایک کامیاب دنیا دار تھے بلکہ ایک مذہبی رہنما بھی تھے۔فی الحقیقت وہی عرب فتوحات کے پس پشت موجود اصل طاقت تھے۔

اس اعتبار سے وہ تمام انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ متاثر کن سیاسی قائد ثابت ہوتے ہیں۔“ (سو عظیم آدمی صفحہ 25تا28)

ویسے بھی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے comparison بنتا ہی نہیں کیونکہ ان کا دائرہ نبوت بنی اسرائیل تک محدود تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نےقرآن کریم میں فرمایا:

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ
(بنی اسرائیل :3)

اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا۔

اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران :50)

اور وہ رسول ہوگا ،بنی اسرائیل کی طرف۔

اور باقی بانیان مذاہب بھی اپنی قوموں تک محدود تھے جبکہ حضرت محمد ﷺ کو عالمگیر نبوت عطا کی گئی جیسا کہ فرمایا

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (الاعراف :159)

تو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی(ﷺ) کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ وریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں،بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا جو نہ الگ الگ اور نہ مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 174 بحوالہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام مرتبہ سید داؤد احمد جلد اول صفحہ 446۔ 447)

يَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَ بَعْثٍ ثَانِي

بقیہ از صفحہ 11۔مثالی طالبعلم

بقیہ از صفحہ 11

”اپنی اولاد میں سے آپ کو لڑکیوں سے خاص محبت تھی اور ان کی دینی تعلیم کا بھی بہت خیال تھا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ ہمیں قرآن کریم اور احادیث نبوی پڑھایا کرتے تھے۔ مجھے انگریزی بھی پڑھانی شروع کی تھی جب میں نے دو تین کتب پڑھ لیں تو آپ نے انگریزی ترجمہ سپارہ اول جو اسی سال شائع ہوا تھا پڑھانا شروع کردیا۔“

(سیرت و سوانح حضرت حافظ ڈاکٹر رشید الدین صفحہ:335)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب نے فارسی اور سنسکرت کے باہمی ایک نسل کا ہونے پر انگلستان میں ایک تحقیقی مضمون لکھا جس پر 1921ء کے اوائل میں Societest Philologyکی طرف سے آپ کو B. ‘Phil کا ڈپلومہ دیاگیا۔

(نیر احمدیت از نعمت اللہ شمس صفحہ:5)

تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیل بھی ضروری

رسالہ ریویو آف ریلیجنز، اردو میں رپورٹ بابت کارکردگی مدرسہ احمدیہ شائع ہوئی۔لکھا:

”ہمارا مدرسہ ضلع میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ٹورنامنٹ کے موقع پر کل انعامات میں سے قریباً نصف تعلیم الاسلام ہائی سکول نے حاصل کئے حالانکہ ضلع میں دو سرکاری اور دو مشنریوں کے اعلیٰ درجہ کے ہائی سکول ہیں۔ بچوں کی جسمانی ورزش کی طرف ماسٹر عبدالرحیم صاحب خاص توجہ رکھنے کے باعث خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ فجزاہ اللہ“

(ریویو آف ریلیجنز اردو۔ فروری 1910ء صفحہ 80)

نوشابہ واسع بلوچ۔ جرمنی

نئے دور کی نئی ایجادات کا مثبت استعمال مثبت نتائج لاتا ہے

TOMMY HILFIGER, BURBERR, ARMANI , GUCCI
وغیرہ وغیرہ یہ نام نہ تو کسی سائنسدان فلاسفر اور نہ ہی کسی مسلمان جانباز، شہید یا غازی کے ہیں کہ جن کی تقلید سے فیضیاب ہوں یا بچوں کو اُن کے کارنامے بتائیں بلکہ یہ نام تو وہ ہیں جو آج کے بچے بڑوں کو بتاتے ہیں کہ یہ برینڈز وہ رول ماڈلز ہیں جن کے گرد آج کی نسل گھوم رہی ہے ۔گویا یہ پروڈکٹس (Products) استعمال کرکے اُن کی شان میں دُوگنا اضافہ ہوگیا ہو، یہ محسوس کئے بغیر کے اُن کے دِلوں پر وہی سب کچھ چھاپا ہو رہا ہے جو یہ برینڈز ،رول ماڈلز سیٹ کر رہے ہیں، مثلاً شرٹس پر ایکٹرز، ٹاپ ماڈلز ، سنگرز ،کھلاڑیوں کی تصاویر جابجا چھپی ہوتی ہیں۔اس طرح لا علمی میں ہی سہی، آج کی نسل دن رات اپنے سینوں پر خواہشات کے بُت سجائے پھرتی ہے۔

نیا دور یعنی ماڈرن زمانہ جس میں انسان چاند پر تو جاسکتا ہے۔ چند لمحوں میں بذریعہ انٹرنیٹ پوری دُنیا تو گھوم سکتا ہے۔ بس اس کے لئے جو مشکل ہے وہ ہے اپنا وقت دینا،اپنے بڑوں، بزرگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا۔ اَزل سے ایک دن میں 24 گھنٹے تھے، آج بھی ایک دن 24 گھنٹے کا ہی ہےجبکہ ذرائع ابلاغ، سواریاں پہلے کی نسبت انتہائی برق رفتار بھی ہیں، پھر بھی نہ کسی کے پاس وقت ہے نہ فرصت۔بچے باہر بھی نہیں نکلتے،گھر بیٹھے بیٹھے ہی خراب ہو رہے ہیں۔کہا تو یہ جاتا تھا کہ بچوں کو زیادہ باہر نہ نکالیں،کہیں زمانے کی ہوا نہ لگ جائے۔ لیکن اب گھر بیٹھے بیٹھے ہی دُنیا بھر کی ہواؤں سے لُطف اندوز ہو رہے ہیں۔

ایک دور تھا کہ محلّے کے رہنے والے لوگ ایسے رہا کرتے تھے جیسے ایک ہی گھرانہ کے افراد ہوں۔محلّہ داروں کی صرف دیواروں سے دیواریں ہی نہیں ملی ہوئی تھیں بلکہ اُن کے دل سے دل جُڑے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ساگ،کڑی،چاول، پکوڑوں کے تبادلے۔گرمیوں کی لمبی دوپہر گزار کر شام کو صحن میں چارپائیوں کی لائن لگانے سے پہلے پانی کا چھڑکاؤ اور مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو اور رات میں رات کی رانی کی خوشبو چار سُو پھیل جاتی، دیوار کے اِس پار بھی اور اُس پار بھی اور دِلوں پر بھی ایسی ہی خوشبو کا راج تھا۔ ہر تصنع،دِکھاوا سے دُور،ہر چیز سچّی، اصلی اور کھری تھی ۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انسان نے جتنی ترقی کرلی ہے تو اس کے جذبوں، خلوص میں بھی اتنی ترقی ہوتی اور تیز ترین ایجادات کے بعد تو انسان اپنے کام بہت جلد نپٹا لیتا اور بےحد ٹائم بچا پاتا اور یہ بہترین ٹائم اپنے بڑوں، اپنے چھوٹوں، بزرگوں،اپنے رشتہ داروں میں گزارتا لیکن یہ کیا ؟یہاں تو جذبے بھی ایک کلِک (Click)پر ہی ادا کردیئے جاتے ہیں۔ پہلے جب کوئی بیمار ہوتا تو تیمارداری کے لئے پورا گھرا نہ باقاعدہ پھلوں کے ساتھ جاتا اور اب یہ کام واٹس ایپ ،فیس بک وغیرہ وغیرہ انجام دے رہے ہیں گویا تیمارداری بھی انٹرنیٹ کی ذمہ داری بن چکی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیاکہ ہم بیمار کی عیادت کریں،جنازے کے ساتھ جائیں، چھینک مارنے والے کی چھینک کا جواب دیں،قسم کھانے والے کو اس کی قسم کے پورا کرنے میں مدد دیں، مظلوم کی مدد کریں اور دعوت کے لئے بُلانے والے کی دعوت قبول کریں اور سلام کو رواج دیں ۔

(بخاری، کتاب الادب، باب تشمیت العاطس اذا حمد اللّٰہ)

آج نئے دور کا انسان اتنا مصروف ہے کہ درج بالا حدیث میں جو رُوٹین کے چھوٹے چھوٹے احکامات ہیں اُن کے بجالانے کا بھی وقت نہیں حالانکہ ان کی ادائیگی انتہائی آسان اور نتائج انتہائی دُوررس ہیں ۔یہ اسلام کے حقوق و فرائض کے وہ چھوٹے چھوٹے کوڈز(Codes) ہیں جن کو اوپن (Open) کرنے سے بہترین معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ انسان کی بے خبری کا تو یہ عالم ہے کہ چھینک کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ تو کیا کہنا اُسے تو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کے ساتھ کوئی بیٹھا بھی ہے کہ نہیں ۔ ایک ہی گھر بلکہ ایک ہی کمرے میں تین سے چار افراد ہوں بشمول خواتین اور انتہائی خاموشی ہو۔ گو کہ یہ اچھنبے کی بات ہے لیکن مزید حیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ خاموشی بوجہ ذکرِ الٰہی نہیں ہوتی نہ سب کے ہاتھ میں تسبیح ہے جس کو گھماتے ہوئے ماحول خاموش ہے بلکہ سب کے ہاتھ میں موبائلزہوتے ہیں جس پر کلِک (Click) کی مالا جپتی اُنگلیاں تیزی سے یہ کام سرانجام دے رہی ہوتی ہیں۔

ایک وقت تھا کہ شادی نامے،دعوت نامے خود دینے جاتے تھے کہ بزرگوں کی دُعائیں بھی مل جائیں گی۔ اب بَس ایک کلِک پر ہی سب کوبُھگتا دیا جاتا ہے۔اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہنے سے دن بھر ہم ایک دوسرے کو سلامتی کی دُعائیں دے سکتے ہیں ۔لیکن یہ بھی چھوٹے سے چھوٹا ہو کر (Hi) تک پہنچ چکاہے۔

دسترخوان ایک ایسی جگہ تھی جہاں دن بھر کے کام کاج سے فارغ ہوکر سب افراد خانہ جمع ہوتے تھے،بڑے چھوٹوں کا اور چھوٹے بڑوں کا انتظار کرتے تھے کہ مِل کر کھانے میں برکت ہے اور واقعی کھانے میں برکت ہوتی ،تھوڑا کھانا بھی سب کو پورا پڑتا۔ اب تو کھانے کے ٹائم پر گھر کی بیل (Bell) بجنے کا انتظار ہوتا ہے کہ کب پیزا ،شوارما، نوڈلز ڈیلوری والا آئے اور پیٹ کی بھوک مٹائیں۔ ایک طرف تو بازاری کھانے اور دوسری طرف ڈائٹنگ پلان سَرچ کئے جاتے ہیں۔ نہ جانے کیسی اَفراتفری ہے زندگی میں۔

ہماری زندگی کی تمام ضروریات،مسائل خواہ وہ جسمانی ہوں یا روحانی،نفسیاتی اور اخلاقی ہوں،سب ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی تفصیل سے بتائے بلکہ عملی طور پر سمجھائے۔

’’ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی نے پیٹ (کے برتن)سے بُرا کوئی برتن نہیں بھرا۔ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اُس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اگر بہت ضرورت ہو تو ایک تہائی اس کے کھانے، ایک تہائی پینے اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے ہونا چاہئے۔‘‘ (سنن ترمذی)

اب کیا اس اُصول کے مطابق انسان کھائے تو ڈائٹنگ کی ضرورت پڑے؟ جو ہمیشہ قائم بھی نہیں رکھی جاسکتی۔

خیر اب ایسا بھی نہیں ہے کہ نئے دور میں کچھ اچھا نہیں ہے۔ اَچھا تو سب ہے اگر طریقہ کار بھی اَچھا ہو ۔ میانہ رَوی، معتدل انداز ہو تو ہر چیز فائدہ دیتی ہے ۔ اَچھا کپڑا پہننا منع نہیں ہے لیکن مطمحِ نظر تن کو ڈھانکنا ہو نہ کہ نمودونمائش۔ اَچھا کھانا کھانا منع نہیں ہے لیکن مطمحِ نظر بھوک مٹانا ہو، حرص بڑھانا نہ ہو۔ ایک مومن زندہ رہنے کے لئے کھائے، کھانے کے لئے زندہ نہ ہو۔

نئے دور کی ٹیکنالوجی سے فائدہ اُٹھانا منع نہیں ہے لیکن یہ نئی ایجادات میں تیزی اور ترقی ہماری دینی اور اخلاق پستی کا باعث نہ ہو بلکہ دینی اُموراور تبلیغی کام ہم مزید تیز کر سکتے ہیں۔غرض ہر چیز کا مثبت استعمال مثبت نتائج لاتا ہے ۔اس سے پہلے کہ ہم اپنے نفس کی بے شار بھول بھلیوں میں بھٹکتے پھریں، ایک مطمحِ نظر بنا لیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتاہے ۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ ۔ (البقرہ : 149)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نئے دَور، ماڈرن زمانہ کے تمام تقاضوں اورمسائل سے ہمیں خوب آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ آپ خُطبات میں ستاروں کی مانند صحابہؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شجاعت بہادری، وفا ،قربانی اورقناعت کے واقعات بیان فرماتے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم اُنہیں غور سے سنیں اور اپنا مطمحِ نظر اِن ہیروز پر رکھیں اور اِنہیں اپنا رول ماڈل بنائیں تو ہماری زندگی بھی اِن ستاروں کی مانند چمکنے لگے۔

قدسیہ محمود سردار

آج کی دعا

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٜ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ:اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیاتو یقیناً ہم ناکام ہو جائیں گے۔ (الاعراف:24)

یہ حضرت آدمؑ کی دعائے رحمت و مغفرت ہے۔حضرت آدمؑ نے حکمِ الٰہی کے خلاف بھول کر وہ پھل چکھ لیا جس سے آپ کو منع کیا گیا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دعائیہ کلمات سکھائے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحمت فرمائی۔ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو باربار پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔سب کے گھروں کو فضلوں،برکتوں،رحمتوں سے بھر دے۔آمین

اطلاعات اعلانات

ولادت باسعادت

مکرم وحید کامران لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خاکسار کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔اَلحمدللہ علیٰ ذٰلک بیٹے کا نام رانا روحان سعید تجویز کیا گیا ہے۔ نومولود مکرم رانا سعید احمد کا پوتا اور حضرت چودھری رستم علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہے۔ قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی والی فعال عمر عطا فرمائے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

طارق حیات

مثالی طالبعلم

علم دوستی اور علم پروری کے ایمان افروز واقعات

نوٹ: حصہ اوّل کیلئے 7فروری 2020ء کا شمارہ ملاحظہ کریں۔

حصہ دوم

بچپن میں ہی قرآن کریم کے ساتھ محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

"جب میں راولپنڈی میں تھا تو ہمارے مکان کے قریب ایک انگریز الیگزینڈر کی کوٹھی تھی ۔ ایک شخص مجھ کو وہاں لے گیا اس نے میزان الحق اور طریق الحیوٰۃ دو کتابیں بڑی خوبصورت چھپی ہوئی مجھ کو دیں۔ میں نے ان کوخوب پڑھا۔ میں بچہ ہی تھا لیکن قرآن کریم سے اس زمانہ میں بھی مجھ کو محبت تھی ۔ مجھ کو وہ دونوں کتابیں بہت لچر معلوم ہوئیں۔ اس وقت ان کے روح القدس کو بھی نہیں جانتا تھا ۔ میں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے والے مباحثات میں کبھی عاجز نہیں ہوتے۔"

(حیات نور از مکرم عبدالقادر سابق سوداگرمل، صفحہ14)

بچپن سے ہی شدید محنت کی عادت

حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان رضی اللہ عنہ سکول کے ابتدائی درجوں میں اپنے والد صاحب کے مقرر کردہ ٹائم ٹیبل کے مطابق اس طرح دن گزارتے تھے۔ لکھاکہ

"تجویز کردہ پروگرام کے مطابق مدرسے کے ابتدائی درجوں میں ہی ملازم صبح ہوتے ہی مجھے ٹیوٹر کے پاس چھوڑ آتا ، وہاں سے میں مدرسے چلا جاتا، میرا کھانا مدرسے بھیج دیا جاتا، مدرسے سے میں پھر ٹیوٹر کے پاس چلا جاتا ۔ وہیں میرے لئے گھر سے دودھ آجاتا۔شام کو میں کھانے کے لئے گھر آتا۔ کھانا ختم ہوتے ہی ملازم مجھے ٹیوٹر کے پاس چھوڑ آتا اور رات کو مجھے واپس گھر لے آتا۔"

(تحدیث نعمت، صفحہ 14)

نوبل انعام یافتہ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کی ہمشیرہ مکرمہ حمیدہ بشیر پروفیسر صاحب کے بارہ میں بیان کرتی ہیں۔

"چونکہ ان دنوں جھنگ میں بجلی نہیں تھی اس لئے وہ مٹی کے تیل کے لیمپ میں پڑھتے تھے۔ لیمپ کی چمنی ہماری بڑی ہمشیرگان محترمہ باجی مسعودہ بیگم صاحبہ مرحومہ اور باجی حمیدہ بیگم صاحبہ روزانہ صاف کرتی تھیں۔ جب کہ مجھ سے بڑے بھائی محترم چوہدری محمدعبدالسمیع صاحب اور میں لیمپ میں تیل ڈالا کرتے تھے ۔ بھائی جان رات کو جلد سو جانے کے عادی تھے۔ وہ زیادہ تر پڑھائی صبح کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت ہر طرف خاموشی ہوتی جس سے انہیں یک سوئی میسر آتی۔ باجی مسعودہ صاحبہ انہیں صبح 4 بجے جگایا کرتی تھیں بلکہ اکثر وہ سب سے پہلے جاگے ہوئے ہوتے تھے۔ گرمی کے موسم میں وہ پڑھائی بیٹھک میں کیا کرتے تھے کیونکہ اس کے دوطرف گلیاں ہونے کی وجہ سے ہوادار تھی۔ وہ اپنا کورس امتحان سے کم از کم دو ماہ قبل مکمل کرلیتے تھے اور امتحان سے پہلے اسے دو مرتبہ دوہرا لیا کرتے تھے۔

اپنے ایک انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ "میرا کالج جھنگ اور مگھیانہ کے درمیان تھا اس لئے اس جگہ کو "آدھی وال" کہتے ہیں۔ یہ جگہ جھنگ شہر سے قریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ گرمیوں کے موسم میں سخت گرمی سے بچنے کے لئے میں کالج میں بیٹھ کر اپنا "ہوم ورک" ختم کرلیا کرتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جھنگ شہر میں میرے ہم جماعت بھی میرے پاس بیٹھ جاتے اور میرے کام کو نقل کرلیا کرتے تھے۔ جب سائے ڈھل جاتے تو ہم پیدل اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔"

(ماہنامہ خالد، ڈاکٹر عبدالسلام نمبر، صفحہ 56-57)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دعا کی قبولیت: اعلیٰ کامیابیاں

حضرت سیٹھ عبداللہ دین کے بیٹے حضرت حافظ ڈاکٹر صالح محمد اللہ دین کی روایت ہے کہ

"1979ء میں محترم پروفیسر عبدالسلام صاحب کو نوبل انعام ملا تھا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ سالانہ ربوہ 1979ء میں اپنی دلی تمنا کا اظہار فرمایا تھا کہ احباب جماعت علم میں کمال حاصل کریں اور حضور نے جماعت کو بھی اس کے لئے دعا کی تحریک فرمائی تھی۔ خاکسار کو اس جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔چنانچہ اس کے معاً بعد اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے لئے غیر معمولی طور پر علم میں ترقی کے سامان پیدا فرمائے۔ Oxford University کے پروفیسر Dr. Dick Ter Haar کی دعوت پر خاکسار کو تین مہینے Department of Theoretical Physics University of Oxford میں بطور سینئر وزٹنگ فیلو (Senoir Visiting Fellow) کام کرنے کا موقع ملا ۔ ایک مہینہ یونیورسٹی آف کیمبرج میں خاکسار کے لیکچرز آکسفورڈ، کیمبرج، مانچسٹر اور New Castle on Tyne میں ہوئے۔ الحمدللہ

حضورؒ جب لندن تشریف لائے تو حضورؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضور نے خاکسار سے دریافت فرمایا کہ Galaxies کے بارے میں جو تحقیقات ہوئی ہیں۔وہ بتائیں۔ خاکسار نے اس کا ذکر کیا جو حضور نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ خاکسار نے عرض کی کہ میں آکسفورڈ میں ایک مضمون Gravitational Interactions between Galaxies پر لکھ رہا ہوں۔ حضور سے دعا کی درخواست ہے۔ حضورؒ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ مضمون انٹرنیشنل رسالہ "فزکس رپورٹ" (Physics Report) میں دسمبر 1982ء میں شائع ہوا اور بفضلہ تعالیٰ مقبول ہوا۔اللہ تعالیٰ نے مزید ریسرچ کی بھی توفیق بخشی اور 1985ء میں خاکسار کو ہندوستان کا ایک نیشنل ایوارڈ Maghnad Saha Award of Theoretical Science دہلی میں دیا گیا۔"

(مطبوعہ روزنامہ الفضل 25جون 2014ء)

☆ایام طالب علمی میں بیعت اور مخالفت پر صبر و استقامت

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ کے متعلق لکھا ہے کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خبر جب آپ کو ملی اس وقت آپ میڈیکل کالج لاہور کے طالب علم تھے۔ ایام طالب علمی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بصیرت دی کہ آپ نے اپنے والد محترم سے ذکر کیا اور اجازت حاصل کرکے فوراً بیعت کرلی۔ ایک روایت ہے کہ آپ کے والد نے استفسار فرمایا کہ اگر یہ وہی مسیح ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

اس بیعت کے بعد آپ کے گھر اور باہر دونوں اطراف سے سخت مخالفت ہوئی گھر میں بھائیوں نے بائیکاٹ کیا اور موچی دروازہ کی حویلیوں اور تاج پورہ اور شیخوپورہ روڈ پر آبائی زمین سے حصہ دینے سے انکار کردیا۔"

(سیرت و سوانح حضرت حافظ خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین ۔ صفحہ:61)

طرح طرح کی مشکلات اور پڑھائی

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ 1920ء میں احمدی طلباء کے مسائل کا ذکرکرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"میں 18نومبر 1920ء گزشتہ میں لاہور پہنچا تو ہمارے احمدی کالج کے طالب علموں کی عجب حالت تھی،بے چارے پریشان و سرگرداں پھر رہے تھے۔ 17نومبر کو اسلامیہ کالج کے استادوں کی بے عزتی ہوچکی تھی۔ اور جتنا احمدیوں سے ہوسکا تھا انہوں نے استادوں کا تعاون کیا تھا۔ مگر کہاں تک۔ شہر کے غنڈوں اور کالج کے باقی 400لڑکوں کا مقابلہ تین پنتیس طالب علم کیسے کرسکتے تھے؟ وہ ڈرتے تھے ان کو تسلی دی اور ان کو کالج میں بھجوادیا۔ مجھے گیارہ بارہ دن رہنے کا اور اتفاق ہوا۔ اور روزانہ ان کی حالت دیکھ کر مجھے بہت فکر رہتا تھا بلکہ ان کی تعلیم کے نقصان کا سخت رنج تھا۔"

(سیرت و سوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صفحہ:196)

مکرم مصطفیٰ ثابت ایک ممتاز مصری عرب احمدی تھے۔آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کوعہد خلافت رابعہ میں عربوں میں تبلیغ کے سلسلہ میں اہم خدمات کی توفیق ملی۔ نیز متعدد کتب کے تالیف اور کئی اہم جماعتی کتب کے ترجمہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ ایم ٹی اے3 العربیہ کے پروگرام "الحوار المباشر" کے نہایت اہم رکن تھے۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خلافت سے عشق رکھنے والے منکسر المزاج احمدی اور نفیس انسان تھے۔آپ کے زمانہ طالب علمی کے دوواقعات درج کرتا ہوں۔وہ بتاتے ہیں کہ

ایک قصہ کاذہن پر گہرا اثر

پرائمری سکول میں ہماری درسی کتب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی مذکور تھا جس میں یہ ذکر تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس ایک عصا تھا جس کو انہوں نے سمندر میں مارا تو سمندر پھٹ گیا اور فرعون کو اللہ تعالیٰ نے غرق کیا۔ یہ قصہ مجھے بہت پسند آیا ۔ میں اکثر سوچتا تھا کہ اگر اللہ انسان کے ساتھ ہو تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑے دشمن پر غلبہ پاسکتا ہے۔ میرے دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ میں بھی بڑا ہو کر خدا تعالیٰ کا بندہ بنوں شایدیوں وہ مجھے بھی ایک عصا دے دے اورمیں اس کے ذریعہ عجیب عجیب کام کیا کروں۔

اس عمر میں مجھے یہ سبق بڑی اچھی طرح یاد ہو گیا کہ خداتعالیٰ سے مانگیں تو ضرور مدد کرتا ہے ۔ لہٰذا کئی دفعہ جب مجھے سبق یاد نہ ہوتا تھا تو میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ اس دفعہ مجھے استاد کی سزا سے بچا لے اگلی دفعہ یاد کرکے آنے کی کوشش کروں گا اور اکثر یوں ہوتا کہ میری باری آنے تک کلاس کا وقت ختم ہو جاتا اور یوں میں اس کی سزا سے بچ جاتا۔

ایک حادثہ سے معجزانہ حفاظت

ایک دن میں سکول جانے کے لئے ٹرین کے انتظار میں تھا۔ اس دن بہت ہجوم تھا مجھے پائیدان پر ایک پاؤں رکھنے کی جگہ ملی۔ ایک ہاتھ سے میں نے ہینڈل کو پکڑا ہوا تھا جبکہ میرے دوسرے ہاتھ میں کتابیں تھیں۔ٹرین چلی تو سٹیشن پر کھڑا ایک شخص مجھ سے ٹکرا گیا۔ میرا پاؤں پائیدان سے پھسل گیا اور میں ٹرین کے دوڈبوں کے درمیان نیچے لٹکنے لگا۔ اس وقت میرے اندر سے مجھے یہ آواز آئی کہ ہینڈل کوہرگز نہیں چھوڑنا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ میری کتابیں گر گئیں اور بعض میرے سامنے ٹرین کے پہیوں کے نیچے کٹنے لگیں۔کچھ دیر بعد ٹرین رک گئی ، میں بعض افراد کی مدد سے باہر نکلا۔ لیکن یہ محض خدا کا فضل تھاکہ مجھے خراش تک نہیں آئی تھی۔ (صلحائے عرب و ابدال شام، جلد اول صفحہ:150)

طالب علم اور تبلیغ

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین رضی اللہ عنہ کے زمانہ طالب علمی کے متعلق ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب لکھتے ہیں۔

"طالب علمی کے ایام میں میں نے اس امر کا بغور مطالعہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے متعدد نسخے منگوا کر رکھتے تھے۔ اور نہایت ہی فراخ دلی سے ان لوگوں کودیتے تھے جو ذرہ بھی شوق ظاہر کریں۔ معمولی قیمت کی کتابیں نہیں براہین احمدیہ جیسی قیمتی کتاب۔"

(سیرت و سوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین ۔ صفحہ:209)

بیٹیوں کی تعلیم و تربیت

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کے متعلق آپ کی بیٹی محترمہ رضیہ بیگم لکھتی ہیں کہ

باقی صفحہ 9 پر

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

فہیم احمد خادم۔گھانا

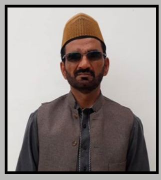

یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ میں احمدی طلباء کی چار روزہ تبلیغی سرگرمیاں

AMSAG احمدی مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن گھانا کا مخفف ہے۔ خدا کے فضل سے جہاں بھی احمدی مسلم طلباء ہیں وہ اس ایسوی ایشن کا حصہ ہیں۔ یہ ایوسی ایشن تربیتی اور تبلیغی پروگرام بناتی ہے۔ محض اللہ کے فضل و کرم سے یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ میں قائم AMSAG برانچ ہرسال چار دن تک تبلیغ کے مختلف کام کر تی ہے، جسے یہاں ''ویک سیلیبریشن'' کے نام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ اس سال اس نوعیت کا بیسوں پروگرام کیا گیا۔ تعلیمی سال 2019۔20 کا بیسواں ویک سیلیبریشن مورخہ 26 فروری بروز بدھ تا 29 فروری 2020ء بروز ہفتہ بڑی کامیابی سے منایا ۔ الحمد للہ

چار دن پر مشتمل اس ویک سلیبریشن کا موضوع THE MESSIAH HAS COME تھا۔ اس پروگرام کا مقصدِ خاص اسلام اور جماعت احمدیہ کی تعلیمات کو یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ کے طلباء اور وہاں کے لوگوں میں پہنچانا تھا۔ اس مقصد کے لئے کیپ کوسٹ یونیورسٹی کے ایک وسیع وعریض گراؤنڈ میں چار دن ایک ٹینٹ لگایا گیا جس میں نمائش کا اہتمام کیاگیا۔ اس نمائش میں مختلف جماعتی لٹریچر رکھا گیا نیز بعض جماعتی تصاویر اور جماعتی بینرز لگائے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف اقتباسات بھی لکھ کر آویزاں کئے گئے۔ ہر روز طلباء ،لیکچرار اور قریبی کمیونٹی کے لوگوں میں مختلف پمفلٹس تقسیم کئے گئے۔ ایک اندازہ کے مطابق 3000 سے زائد پمفلٹ تقسیم ہوئے۔ یہ پمفلٹس بعنوان'' عیسٰی ابن مریم'' اور''اسلام کا تعارف'' عیسیٰؑ کون ہیں، دعوتِ احمدیت وغیرہ کے تھے۔ طلباء اور آنے جانے والوں کی خاصی تعداد کی توجہ اس نمائش کی طرف پیدا ہوئی جنہوں نے آ کر اسلام احمدیت کے بارہ میں مختلف سوالات کئے۔جہاں اُن کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ۔ ان سوالات میں دو سوال

1: حضرت عیسیٰؑ کس طرح انڈیا گئے؟

2: اسلام میں جہاد کا تصور کیا ہے؟

نمایاں رہے۔ ان ہر دوسوالات کے جوابات ہمارے دو بینرز جو نمائش میں دکھائے گئے تھے یعنی حضرت عیسیٰؑ کی قبر کی تصویر اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ درج تھی کے ذریعہ سے دیئےگئے۔ ان کے علاوہ دوسرے سوالات کا تعلق جہاد اور مسلمانوں کا یومِ قیامت پر ایمان سے تھا۔ جماعت احمد یہ دوسرے فرقوں سے کیونکر مختلف ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ حضرت محمد ﷺ سے کس طرح مختلف ہیں؟ کیا موجودہ خلیفہ نبی ہیں؟ ضرورتِ خلافت، حضرت عیسیٰؑ کی وفات کی تصدیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور کیا حضرت عیسیٰؑ کی اولاد ہے؟ مسلمانوں کے عقیدہ مختلف کیوں ہیں جبکہ ان کا قرآن ایک ہے؟ کیا بائبل میں حضرت عیسیٰؑ کا انڈیا جانے کا ذکر ہے؟ کیا دوسرے انبیاء کے نام قرآنِ مجید میں ہیں؟ ہم اپنےآپ کو احمدی کیوں کہتے ہیں؟ کیا مسلمانوں کو دوسروں کو قتل کرنے کا انعام ملے گا؟ مسلمان نماز پڑھتے وقت مشرق کی طرف منہ کیوں کرتے ہیں؟ حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کے بعد لڑائیاں کیوں ہیں؟ اسلام میں فرقہ واریت کیوں ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ مسلمان قرآن سے قبل کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے؟ حضرت عیسیٰؑ نے مشرق کی طرف ہجرت کیوں کی؟ وغیرہ وغیرہ۔

پہلے دو دن مربی سلسلہ مکرم احمد بلواہنگ برائے Abu-ra نے لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے ۔ بقیہ دو دن جامعۃالمبشرین غانا کے ایک طالبِ علم مکرم عبدالجلیل نے سوالات کے جوابات دیئے ۔ مؤرخہ 28 فروری 2020ء بروز جمعۃالمبارک ابورہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ ایک رات کو پردہ کی اہمیت کے موضوع پر احمدی طلباء سے بات ہوئی ۔ اگلی رات''جن'' کے موضوع پر ایک بہت ہی معلوماتی فلم دیکھی گئی۔ آخری دن مورخہ 29فروری 2020ء بروز ہفتہ صبح 10 تا 2:30 سہ پہر سوال و جواب کا ایک بڑا پروگرام مکرم رحمان آرتھر نائب صدر جنوبی سیکٹر غانا کی صدارت میں مجلس خدام الاحمدیہ ابورہ زون نے اسلام اور احمدیت پر اُٹھنے والے سوالات پر منعقد کیا۔ مہمانانِ کرام میں مکرم طاہر احمد مرزا زونل مشنری ابورہ زون،مکرم مالک ہامونڈ جونیئر مہتمم امور طلبہ مکرم اسحاق ابراہیم مربی سلسلہ کیپ کوسٹ اور مہتمم تربیت، مکرم مولوی شریف احمدجعفر استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل، مکرم زکریا ابوبکر داعی الی اللہ، مکرم محمد حسین آکوا داعی الی اللہ اور ہیڈ ماسٹر ٹی آئی احمدیہ جونیئر ہائی سکول ابوراشامل تھے۔ اس پروگرام میں تلاوت قرآن مجید مکرم عبدالمجید آدم نائب امام نے کی جس کے بعد اختتامی دعا مکرم طاہر احمد مرزا زونل مشنری نے کروائی ۔ اس کے بعد کے خلافت احمدیہ پر ایک ڈاکومنٹری دکھائی گئی۔ مکرم زکر یا ابوبکر داعی الی اللہ نےTHE MESSIAH HAS COMEکے موضوع پر ایک شاندار تقریر کی ۔ جس نے اسلام کے بارے میں سوالات کا دروازہ کھول دیا ۔ ان سوالات کے جوابات قرآن مجید ، بائبل ، احادیث مبارکہ ، سنتِ رسول مقبول ﷺ اور اقتباسات حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کے ذریعے دیئے گئے۔ مہمانانِ کرام سمیت 112 افراد نے اس پروگرام میں شرکت کی جبکہ غیر احمدی دوست اور عیسائیوں کی تعداد 22 رہی۔ بفضلِ خداپروگرام بہت کامیاب رہا اور مکرم مہمان خصوسی نے اس طرح کے پروگرامز کو بار بار کرنے کی خواہش کا برملا اظہار کیا۔

یہ اس چار دن کی تقریبات کا آخری پروگرام تھا جو اللہ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ اس پروگرام کے لئے یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ کی AMSAG برانچ کے صدر Mr . Usman Adam اور ان کی ٹیم نے بے حد محنت کی ۔ اللہ تعالیٰ اس پروگرام کے لئے سب کام کرنے والوں کو جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اس پروگرام کو احمد بیعت کی اشاعت کا پیش خیمہ بنائے ۔ آمین

ایڈیٹر کی ڈاک

تاثرات۔آراء۔تجاویز

- **مکرمہ فوزیہ درثمین سلمان لکھتی ہیں۔**

اتوار کی چھٹی کے بعد روزنامہ الفضل لندن آن لائن کا کچھ زیادہ ہی انتظار ہوتا ہے۔سب ہی خوبصورت ہوتا ہے۔لیکن جو دو تین چیزیں بہت ہی دل کو لگیں وہ یہ ہیں:

ہم نے اپنی ہوش میں حضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ کا جانا اور حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ کا انتخاب دیکھا، گزشتہ دنوں ان کا یوم وفات تھا اس وقت کا سارا منظر آنکھوں میں پھر جاتا۔ بچپن میں ہم ابو سے ذرا عجیب سوال کیا کرتے تھے جن کے وہ نہایت محتاط سے جواب دیتے تھے وقت کے ساتھ کچھ کچھ خود ہی سمجھ آ گئے۔

لیکن اب اپنے بچوں کی امام کے ساتھ عجیب سی وابستگی دیکھ کے لگتا ہے کہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ عام سے الفاظ میں یہ کہ اب ہر ایک کے پاس علم کافی اور علم تک رسائی بھی نسبتاً آرام سے ہے۔ تو سوال بھی ذہنوں میں زیادہ ہی آتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں دین و دنیا کے ہر معاملے میں ہماری نظر خلافت پر ہوتی ہے کہ حضورانور کیا کہتے ہیں۔ اسی لیے جب ہم دعا کرتے ہیں یا کوئی نیکی کا کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اپنے والدین سے پہلے حضورانور کے لئے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی کے لئے ان کو وسیلہ بنایا ہوا ہے۔یہ واقعی قنوت کی دعائیں سب ایک ساتھ میں نے save کر لیں۔کئی وجوہات کی بنا پر لمبا سجدہ نہیں ہو پاتا تو ان دعاؤں سے بہت تسکین ہو جاتی ہے۔ اپنے قریبیوں سے شیئر بھی کیں رمضان کے لئے۔

- **مکرم مظفراحمد لکھتے ہیں۔**

روزنامہ الفضل لندن آن لائن معلوماتی مضامین قارئین تک پہنچا کر روحانی سیر کا باعث بن رہا ہے۔

ایک دن کی مصروفیت کے حوالے سے احباب کے مضامین اچھی روایت ہے۔

27۔اپریل2020ء

		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:34	18:44
مدینہ منورہ		04:28	18:49
قادیان		04:18	19:06
ربوہ		03:59	18:48
اسلام آباد ٹلفورڈ	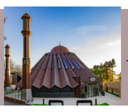	03:21	20:19